جلد 17 شمارہ 7 ماہ جولائی 2015ء رمضان/شوال 1436ھ



ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ
فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مدیر: احمد رضا خان
0321-6400942

معاون مدیر: خالد محمود بخاری
0300-7374750

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی
0333-4552212

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یلیین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411035 / 055-3411030
ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ 300/- روپے

﴾اس شمارے میں﴿

دل کی بات

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا یومِ ولادت (۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء)، شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کا یوم پیدائش (۲ جولائی ۱۹۳۵ء) اور یومِ وفات (۷ جولائی ۲۰۱۳ء)، رمضان المبارک اور عید الفطر ماہِ جولائی کے اس مجلّہ میں خاص موضوعات ہیں جن پر ہمارے بھائیوں نے کچھ باتیں تحریر کی ہیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ فقراء کی جماعت ہے۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس جماعت کی بنیاد رکھی اور آپؒ کے وفا شعار مرید جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے اس جماعت کی سرپرستی میں ایک بہترین دور گزارا۔ مبالغہ آرائی سے بالاتر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم توحیدیوں کے شب و روز میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب ہم اپنے ان محسنوں کو یاد نہ کرتے ہوں۔ اس کے باوجود ہم اپنے ان بزرگوں کا یومِ ولادت بھی مناتے ہیں اور یومِ وفات بھی۔ ہمارے ہاں اس حوالے سے کوئی دن مخصوص نہیں مگر ہم اپنے علاقائی حلقہ جات میں حسبِ سہولت کسی دن مقامی طور پر مل بیٹھتے ہیں۔ ہم ان بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کیلئے ختم قرآن یا دعائیہ کلمات ادا کرتے ہیں، سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کا اعادہ کرتے ہیں، اور اللہ کے حضور اس تعلیم کو پا لینے پر اظہارِ تشکر بھی کرتے ہیں۔ ہماری ان محافل میں کہیں بھی شخصیت پرستی، پیر پرستی، یا قبر پرستی جیسی کوئی بات ہرگز نہیں ہوتی۔ ہمارے ان بزرگوں نے ہمیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر خالصتاً اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت اور اطاعت سے بھرپور اسلامی تصوف کی تعلیم دی۔ اسی تعلیم کو اب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی ہمارے دلوں میں اجاگر کرنے کیلئے شب و روز کوشاں ہیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ صدیوں پر محیط تصوف کی تاریخ میں ایک بر یک تھرؤ ہے۔ تصوف میں ہمیشہ مریدین کے سامنے بزرگ رہے ہیں جنہیں مرنے کے بعد ان کے مریدین نے وقت کے ساتھ عجیب وغریب اور مافوق الفطرت ہستی کے طور پر پیش کیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ یہ بزرگ مر بھی گئے تو ان کی قبروں کو پوجا گیا۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر موجود زندہ بزرگ ہی اس سلسلہ کے مریدین کے مرشد ہیں، تمام تر تعلیمات اور انداز وہی رہتے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس روحانی سلسلہ کیلئے تحریر فرما دیے۔ نہ تو بانی سلسلہؒ نے اپنی شخصیت کو اپنے سلسلہ کی تعلیمات پر مقدم رکھا اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے کسی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے ایسی کوئی تعلیم دی۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کما حقہ دہی ذہنی ہیں۔

ہمیں دی جانے والی تعلیم کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ ہم نے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کو پورے دھیان سے یاد رکھنا ہے، اس کی یاد کو اپنی ہر اندر جانے والی اور ہر باہر آنے والی سانس کے ساتھ بسانا ہے، یہ کوشش کرنی ہے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد سے غافل نہ گزرے۔ اس کے علاوہ بھی جہاں ہمارے مرشد ہمارے قلوب میں اللہ کی دید کی خواہش اور اس کیلئے خاص سوز و گداز کو اپنے روحانی فیض اور توجہ سے نمو دیتے ہیں تو وہاں اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ رحیم و کریم کے حضور اسی طرح سپرد کرنے کا درس بھی دیتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ کو ہمارا سپرد ہونا مطلوب ہے۔ ساری کی ساری تعلیم محبوب خدا رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر چلتے ہوئے اللہ کی خالص بندگی میں آجانے کی ہے۔ جہاں عام حالات میں ساری زندگی اور ہر لمحہ کیلئے ایسی تعلیم وہاں ماہِ رمضان المبارک کی آمد اور بالخصوص اس آخری عشرہ کا بھی میسر آجانا ہمارے لئے کسی بونس سے کم نہیں کہ جہاں مستند احادیث مبارکہ اور سنت نبوی ﷺ سے اس آخری عشرہ کی بے بہا افادیت ثابت ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کے حوالے سے عبادات کی الگ سے کوئی خاص ہدایات نہیں دی جاتیں مگر کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ اللہ کی خواہش رکھنے والے لوگ ان لمحات کو ضائع کر دیں جن کا اہتمام اور جن کی تلاش کی ہدایات سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہمیں ملی ہیں، اور ایسے لمحات کہ جب وہ خالق و مالک 'اللہ' خود اپنی بیش بہا عطا میں ہمارے وہم و گمان سے کہیں زیادہ غنی ہوتا ہے؟

ہمیں جو فہم سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ملا ہے وہ بہت زبردست اور اصل کے عین مطابق ہے یہ فہم ہمارے بڑے بڑے دینی حلقوں میں بھی کمیاب ہے اور جسے عام ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ اس فہم کے مطابق یہ سارا مہینہ اس دستورِ حیات قرآنِ کریم کی آمد کی celebration میں منایا جاتا ہے، ہمیں تو اس ماہِ صیام میں آنے والی عظیم نعمت قرآنِ کریم کو اپنی عملی زندگی کے ہر پہلو پر پوری Spirit سے نافذ کرنے کے عزم کے ساتھ عید الفطر منانی ہے اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور استقامت کی دعا بھی کرنی ہے۔ ماہِ رمضان المبارک کی تمام تر افادیت اور فضائل اس قرآن پاک کے نزول کی وجہ سے ہیں یہ سب دراصل قرآنِ کریم کی آمد کی celebration ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی تمام تر celebrations سے تو مستفیض ہوں، ان کو تو یاد رکھیں اور ان سب کی اصل اور بنیادی وجہ قرآن کریم سے غفلت کے مرتکب رہیں۔ تمام قارئین کو عید الفطر مبارک ہو۔

(ادارہ فلاح آدمیت)

درسِ حدیث : (مولانا فضل الرحیم)

﴿عن ابی هُرَیرۃ رَضی اللّٰہ عنہ قَال: قَال رَسُول اللّٰہ ﷺ: زَیّنُوا اَعْیَادکُمْ بِالتکبِیْر﴾

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی عیدوں کو تکبیر سے بارونق بناؤ۔"

رمضان کی آخری رات: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں آپ ﷺ کی اُمت کیلئے بخشش و مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ وہ شب قدر ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر تو نہیں ہوتی لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب عمل پورا کر دے تو اسکو پوری اجرت مل جاتی ہے۔

صدقۂ فطر: انسان سے بہ تقاضائے بشریت حالت روزہ میں خطائیں اور غلطیاں ہو جاتی ہیں اور روزہ میں کمی کوتاہی سے خود کو پاک کرنا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا ہے تاکہ روزے پاک و صاف ہو کر قبول ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں منادی کر دیں کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، دو مد (تقریباً دو کلو گیہوں یا اس کے سوا ایک صاع (ساڑھے تین کلو سے کچھ زیادہ) غلہ کا۔ (ترمذی) صدقۂ فطر نماز عید الفطر سے پہلے ادا کرنا سنت ہے۔ گھر کا سربراہ اپنی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے جس کا نان و نفقہ اور خرچ اس پر فرض ہے اور جو اس کے ماتحت ہوں صدقۂ فطر نکال کر نماز عید سے قبل مساکین کو دے گا ایک دو دن قبل بھی دے سکتا ہے۔ نماز کے بعد فطرانہ ادا کرنا عام صدقہ ہے۔

نماز عید کا طریقہ: رسول اللہ ﷺ عید کی نماز ہمیشہ شہر سے باہر ادا فرماتے تھے۔ نماز عید دو رکعت ہے،

اس نماز میں چھ تکبیرات زائد ہیں۔نماز اس طرح شروع کریں کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے امام کی اقتداء میں اللہ اکبر کہتے ہوئے، دونوں ہاتھ بلند کرے اور ہاتھ باندھ لے۔پہلی رکعت میں سُبْحانَکَ اللّٰھُم پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ چھوڑ دے۔دوسری بار پھر ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر تکبیر کہے اور ہاتھ چھوڑ دے،تیسری بار بھی اسی طرح ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہے اور پھر ہاتھ باندھ لے اور قرأت شروع کرے۔باقی پوری رکعت تمام نمازوں کی طرح ادا کرے۔دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قرأت کے بعد امام کی اقتداء میں تین تکبیروں کے ساتھ ہاتھ کانوں تک بلند کرے اور ہاتھ چھوڑ دے۔چوتھی بار جب امام اللہ اکبر کہے تو تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلا جائے۔اس کے بعد باقی نماز عام نمازوں کی طرح پوری کرے۔

عید کے اعمال مسنونہ: حضور نبی اکرم ﷺ عید کے دن غسل فرماتے، خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔کبھی سبز و سرخ دھاری دار چادر شریف اوڑھتے تھے۔یہ چادر یمن کی ہوتی تھی جسے بردیمانی کہا جاتا ہے وہ یہی چادر ہے۔عید کے لئے زیب و زینت کرنا مستحب ہے مگر لباس مشروع ہو۔حضور اکرم ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ عید الفطر کے روز عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرماتے تھے۔ان کی تعداد طاق ہوتی یعنی پانچ، سات۔(بخاری،طبرانی)
حضور اکرم ﷺ جس راہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے، اس راہ سے واپس تشریف نہ لاتے بلکہ دوسرے راستے سے تشریف لاتے۔(بخاری،ترمذی،مدارج النبوۃ)

حضرت ابن عمرؓ اتباع سنت کے باعث طلوع شمس سے قبل گھر سے نکلتے اور گھر سے نکلتے ہی عیدگاہ تک تکبیر کہتے رہتے۔﴿اللّٰہ اَکْبَر اللّٰہ اَکْبَر لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ و اللّٰہ اَکْبَر اللّٰہ اَکْبَر وللّٰہ الحمد﴾ (ابو داؤد: زاد لمعاد) آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ جب عیدگاہ میں پہنچتے تو نماز عید سے قبل کوئی (نفل وغیرہ) نہ پڑھتے اور نہ بعد میں پڑھتے اور خطبے سے پہلے نماز شروع کرتے اس طرح عیدین میں دو رکعتیں ادا فرماتے۔(زاد المعاد)

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے خطوط بنام: خالد محمود بخاری

مورخہ: 12.01.2012

ملتان سے واپس آئے تو سرگودھا سے بھائیوں کی فرمائش آئی کہ ان کے ہاں حلقہ کافی سست ہو چکا ہے اور اب کچھ بھائی محنت کر رہے ہیں کہ حلقہ دوبارہ ٹریک پر آ جائے۔ پھر لاہور والوں نے شکوہ کیا کہ ملتان آتے جاتے آپ یہاں قیام کرتے ہیں یہ تو TRANSIT سٹاپ ہوتا ہے اس لئے ہمیں خصوصی وقت ملنا چاہیے، پھر لاہور چلے گئے بلکہ شیخ اسلم صاحب لینے آ گئے۔ اَلْحَمْدُ للہ سبھی بھائی خوش ہو گئے۔ تھکاوٹ تو ہو ہی جاتی ہے، عمر کے تقاضے اپنے ہیں لیکن کام کی اہمیت کے پیشِ نظر نکل پڑتے ہیں۔ آپ سب بھائی سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کے فروغ کے لئے جو کوشش کر رہے ہیں اللہ اسے بار آور فرمائے اور فلاحِ دارین عطا فرمائے۔

مجالس میں جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ الحمدللہ قرآن و سنت اور بانیٔ سلسلہؒ کی تعلیم کے مطابق ہی ہوتا ہے پھر بھی جب کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کریں تو مناسب ترمیم کر لیا کریں۔ تاکہ مجلّہ میں صحیح تعلیم پیش کی جائے۔ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کا معیار بہت بلند ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ ایک بلند پایہ صوفی اور محقق بزرگ تھے۔ ہم لوگ اس کی قدر و قیمت سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔ جوں جوں وقت گزرے گا یہ تعلیم اپنی افادیت منوالے گی۔ اس دور میں ہم قرآن و سنت کو پسِ پشت ڈال کر اپنے گھڑے ہوئے عقائد پر چل رہے ہیں اور یہی ہماری خواری کی وجہ ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

؎ خوار از مہجوریِ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی

ہم گردشِ دوراں کا شکوہ کرتے ہیں لیکن خواری کی اصل وجہ قرآن سے دوری ہے۔ جب قرآن اور اُسوۂ رسول ﷺ دین کا مرکز قرار پائیں گے تو جھوٹ اور فریب کے پردے

اُٹھ جائیں گے۔ یہی حال ہمارے تصوّف کا ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی بجائے کشف و کرامات پر زیادہ زور ہے۔ بانی ٔ سلسلہؒ اسی لئے کردار پر زور دیتے تھے اور کرامات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ اپنی کرامات بیان کرنے سے ہمیں منع کر رکھا تھا۔ ہندو یوگی تو اس کام میں برسوں لگاتے اور حیرت انگیز کرتب دکھاتے ہیں۔ ایک خطبہ میں ایک یوگی کے آنکھوں دیکھے کرشموں کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ تو Speciality ہے جو بندہ ساری ہمت لگا کر حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس کے لئے اس کرتب کی افادیت کیا ہے۔ یہی کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انہی بزرگوں کی پوجا میں لگ جاتے ہیں۔ ہمیں ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو انسانوں کو مادّی دنیا کی محبت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی محبت سے آشنا کرے۔ اور اس کے قرب و دیدار کی راہ پر لگا دے تاکہ انسان کو اس کی منزل مل جائے۔

مورخہ: 13.08.2012

میری صحت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہے۔ اس کی توفیق سے روزے سارے رکھے ہیں۔ مجلّہ کیلئے آپ جو کام کر رہے ہیں، میں اس سے بہت خوش ہوں۔ مجلّہ میں سب سے زیادہ جگہ سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو ملنی چاہیے۔ ہر خالی جگہ پر بانیٔ سلسلہؒ کے ملفوظات درج ہونے چاہئیں۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اعتکاف اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور اس کی برکات سے نوازے۔ زیادہ سے زیادہ وقت ذکر اور تلاوتِ قرآن پاک میں گزارنا چاہیے۔ نفی اثبات کا ذکر رات ہی کو کیا کریں۔ دن بھر پاس انفاس کریں یا دیگر مسنون وظائف کئے جائیں۔ اعتکاف کے ساتھیوں کے ساتھ رمضان المبارک اور اعتکاف کے برکات کے بارے میں بات چیت بھی کی جاسکتی ہے۔ انشاءاللہ اعتکاف سے روحانی ترقی ہوگی اور ساتھیوں کو بھی فائدہ ہوگا۔ سعید اور فہد کے آم مل گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی محبت قبول فرمائے۔ میری طرف سے تمام پیارے توحیدی بھائیوں کو محبت بھرا سلام اور پُرخلوص دُعائیں۔

والسّلام

پراسرار بندے

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

(پیر خان توحیدی)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اس دنیا میں مبعوث فرمائے۔ آخر میں ہمارے آقا و سردار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمت اللعالمین خاتم المرسلین بنا کر پوری کائنات کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ نے کما حقہ رسالت کا حق ادا کرتے ہوئے بندگانِ خدا کو خدا سے ملا کر توحید کے روشن عقیدے کی ٹھیک ٹھیک تشریح کر کے انسانوں کو ہر خوف وخطرے، دشمنی اور دوستی سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے رب کا بندہ بن جانے اور اسی کی خوشی اور رضا خوشی کا خیال رکھنے کا درس دیا۔

آپ چونکہ اللہ کے آخری نبی اور رسول ﷺ ہیں اس لیے آپ کے بعد نہ کسی نبی اور نہ کسی رسول نے آنا ہے اس لیے آپ نے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑیں۔ ایک اللہ کا دیا ہوا قرآن اور دوسری احادیث پاک جو مکمل ضابطہ حیات ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، بزرگانِ دین اور علماء کاملین نے ان ہی دو چیزوں کو مشعل راہ بنا کر عقیدہ توحید کی تشریح کر کے بندگانِ خدا کی رہنمائی فرمائی۔ برصغیر ہندو پاک میں بڑی بڑی نامور ہستیاں پیدا ہوئیں جنھوں نے اپنی علمی اور روحانی صلاحیتوں سے بے شمار بھٹکے ہوئے انسانوں کو عقیدۂ توحید سے روشناس کیا۔ ان ہی ہستیوں میں ایک ہستی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی بھی ہے جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی اور فلاح آدمیت کے علمبردار ہیں۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کے آباؤ اجداد کا تعلق پانی پت (انڈیا) کے انصاری خاندان سے ہے

جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔خواجہ صاحب جولائی 1893 کو دہلی کے قصبہ فرید آباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالرحیم تھا۔آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیز اپنے وقت کے جید عالم کامل صوفی اور مرد خدا شناس تھے خواجہ صاحب کا بچپن اپنے دادا کی گود شفقت میں گزرا آپ نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم میں گریجویشن کیا۔

چونکہ آپؒ کا رجحان زیادہ تر تصوف کی طرف مائل تھا۔فقراء اور اولیاء سے محبت تھی۔اور کسی کامل مرشد کی تلاش تھی اس لیے آپؒ کئی درویشوں،فقیروں بزرگوں اور ملنگوں کے پاس حاضری دیتے۔بڑے بڑے درباروں،آستانوں اور درگاہوں کے چکر کاٹتے۔مگر کسی بھی جگہ دل کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔آپؒ کا مطمع نظر کسی ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحب علم ہو،صاحب عرفان ہو اور صاحب تحقیق ہو۔آخر آٹھ سال کی تلاش بسیار اور جستجو کے بعد مولانا کریم الدین احمدؒ(جن کا تعلق نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ سے تھا) سے ملاقات ہوئی۔مولانا کے اندر وہ مطلوبہ اوصاف جن کی آپؒ کو تلاش تھی دیکھ کر بیعت کر لی۔مولانا کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف بڑی جانفشانی اور جوش وخروش سے جاری رکھتے ہوئے سلوک کی ساری منازل بہت جلد طے کر لیں جس پر مولانا نے آپؒ کو خلافت سے نوازا اور بیعت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔لیکن آپ کا مقصد حیات ''رویت باری تعالیٰ'' تا حال ایک خواہش کی صورت میں موجود تھا جس کے بارے میں مولانا نے پہلی ہی ملاقات میں پیش گوئی کر دی تھی جس کے انتظار میں آپؒ لطیفہ غیبی کے منتظر رہے جو 1928 میں ایک اویسی بزرگ رسالدار محمد حنیف خانؒ کی صورت میں مل گیا۔رسالدار صاحبؒ نے آپ کو بیعت تو نہیں کیا لیکن دوستی کا لازوال رشتہ قائم کر کے روحانی توجہ سے آبیاری کرنا شروع کر دی جس سے آپؒ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ایک دن جب محفل خوب جمی ہوئی تھی رسالدار صاحبؒ نے ایک گلاس پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا اور باقی گلاس انصاری صاحبؒ کو تھما دیا۔انصاری صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ خدا جانے اس پانی میں کیا چیز تھی جس نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی،جہاں سے گزرا ایسا محسوس ہوتا جیسے پگھلا ہوا سیسہ گزرتا ہے مگر اس پانی کا پینا تھا کہ میری حالت بدل گئی

اور میری روحانی ترقی راکٹ کی سپیڈ سے ہونے لگی اور مجھے میرا مقصود حاصل ہو گیا ۔ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے یہ سب کچھ رسالدار صاحب کا ہی دیا ہوا ہے۔

تینوں سلاسل کا سلوک طے کر لینے کے بعد آپؒ روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہونے کے باوجود اپنی بزرگی چھپائے رکھتے ۔ 1947 پارٹیشن کے بعد آپؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے جب پاکستان آئے تو پی اے ایف بیس ڈرگ روڈ (شارع فیصل) میں لطور رلائبریرئن ملازمت شروع کر دی جہاں آپؒ کی ملاقات پی اے ایف کے نوجوانوں سے ہونے لگی ۔ یہ لوگ آپؒ کے حسن اخلاق اعلیٰ کردار اور علمی بحث و مباحثہ سے متاثر ہو کر آپؒ کے قریب ہونے لگے ۔ اگر چہ انصاری صاحبؒ ادھر بھی اپنی روحانی بلندیوں اور بزرگی کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن دیکھنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے تھے انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ انصاریؒ کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ کامل ولی اور مرد خدا شناس بزرگ ہیں تو انہوں نے انصاری صاحبؒ سے درخواست کی کہ وہ ان کے دست شفقت پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ آپؒ نے ان کی درخواست منظور کر کے ان خوش نصیب انسانوں کو بیعت کر کے 1953 میں ایک نیا سلسلہ بنام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا باقائدہ آغاز کر دیا انصاری صاحبؒ کے ان مریدوں نے دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا تو یہ سلسلہ پاکستان ائیر فورس کے دوسرے بیسوں میں پھیلتا ہوا شہروں اور دیہاتوں میں پہنچ گیا ۔ جگہ جگہ ذکر کے حلقے قائم ہونے لگے ہتو حید کے نغموں کی صدا گونجنے لگی ۔ 1956 کے آخر تک یہ تعداد کافی بڑھ گئی تو حلقوں کی باقاعدہ تنظیم ہونے لگی ۔ اسی دوران انصاری صاحبؒ نوکری سے استعفیٰ دے کر مستقل سکونت اختیار کرنے کی غرض سے بنوں (KPK) میں چلے گئے ۔ تاہم 1964 میں بنوں سے ترک سکونت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور اپنے مرید خاص میاں محمد علی صاحب کے ہاں گنبد والی کوٹھی گلبرگ میں سکونت اختیار کر کے مریدین سے ملاقات کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن 1973 میں آستانہ عالیہ توحیدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں مستقلاً سکونت اختیار کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا ۔

انصاری صاحبؒ کی شخصیت سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے لیے مینارنور تھی ۔آپؒ اپنے مریدوں کو خالص توحید کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار کا درس دیتے ۔توحیدی مئے پلا کر معبود کی اطاعت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے جس کے بارے میں مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے تھا

راقم الحروف نے 1959 میں پی اے ایف جوائن کیا۔ 1965 میں قبلہ انصاری صاحبؒ کے ایک مرید خاص میاں محمد علی صاحب جو پی اے ایف پولیس میں سارجنٹ تھے سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا ۔ایک ملاقات میں، میں نے ان کے ہاتھ میں ایک خوشنما رسالہ دیکھا جس کے سرورق پر جلی حروف میں "چراغ راہ" لکھا ہوا دیکھ کر میں نے پوچھ لیا سر یہ رسالہ کیسا ہے۔ انہوں نے کہا یہ ہمارے پیر صاحب کے سالانہ خطبہ کی کاپی ہے ۔پیر صاحب کا نام سن کر میرا تجسس بڑھا تو میں نے رسالہ مانگ لیا انہوں نے بلا تکلف وہ رسالہ مجھے دے دیا ۔اور کہا کہ پڑھ کر واپس کر دینا ۔وہ کاپی تو میں نے پڑھ لی مگر میرے پلے کچھ نہ پڑا کیونکہ اس میں تصوف اور توحید کی باتیں تھیں جو اس وقت میری سمجھ سے بالا تھیں تاہم دل میں اس بزرگ اور پیر صاحب سے ملنے کی تڑپ ضرور پیدا ہو گئی جن کا اظہار میں نے محمد علی صاحب سے کر دیا ۔انہوں نے کہا کہ پیر صاحب لاہور ہوتے ہیں لیکن جلد ہی کراچی آنے والے ہیں ملاقات کرا دیں گے ۔چند دنوں کے بعد محمد علی صاحب نے خوشخبری سنائی کہ پیر صاحب کراچی آگئے ہیں کل وہاں پر ذکر کی محفل ہو گی اور بھائیوں سے ملاقاتیں بھی ہوں گی ۔دوسرے دن محمد علی صاحب مجھے وہاں لے گئے ذکر کے بعد جب ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے مجھے پیر صاحب کے سامنے بٹھا دیا ۔بابا جی ملاقاتیوں سے مصافحہ کرتے اور دعائیں دیتے جب میری باری آئی تو میں نے بھی بابا جی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ میرے جسم میں ایک کرنٹ سا لگا میں نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی انہوں نے مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمانے لگے جب کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دو تو

تھوڑی دیر ہاتھ کو ہاتھ میں رہنے دیا کرو۔ میں بہت شرمندہ ہوا۔ بابا جی نے جب میرا ہاتھ چھوڑا تو میں پسینہ میں شرابور تھا مگر میری حالت بدلی ہوئی تھی۔ میں یہ محسوس کرنے لگا مجھے کوئی ایسی دولت مل گئی ہے جو دونوں جہاں کی دولتوں سے بڑھ کر ہے میری یہ کیفیت چند روز برقرار رہی اور پھر نارمل ہوگئی۔ علی صاحب نے میری رہنمائی فرمائی سلسلہ سے روشناس کر کے مجھے ذکر اذکار کی تلقین کی میں نے باقاعدگی سے ذکر شروع کر کے سلسلہ کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش شروع کر دی لیکن بابا جی سے بیعت ہونے کی سعادت 1968 میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی وساطت سے نصیب ہوئی جب میں دو تین جگہوں سے تبدیل ہوتے ہوئے رسالپور پہنچا۔ بیعت کے بعد جس زندگی کا آغاز ہوا اسے میں اپنی پہلی زندگی سے بدرجہا بہتر اور خوشگوار محسوس کرنے لگا بھائیوں کے پیار اور محبت سے دل کا غنچہ کھل اٹھا طبیعت نیک اعمال کی طرف مائل ہونے لگی ذکر میں لطف و سرور آنے لگا۔ دل میں اللہ کا خوف بڑھنے لگا۔ تب اس شعر کا مطلب عیاں ہوا جو کبھی کسی سے سنا تھا۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا ۔۔۔۔ تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

بیعت ایک سودا ہی تو ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو کسی انعام یافتہ بندے کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور پھر اسی کا ہو کر رہنا پڑتا ہے اسی کی غلامی میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے اور یہ وہ غلامی ہے جس میں سکون قلب کی دولت اور بہشت کی آسائشیں حاصل ہوتی ہیں اللہ کے انعام اور اکرام کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان لوگوں کی روش پر گامزن ہونے سے بچ جاتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا۔

انصاری صاحبؒ اپنے مریدوں کو ہمیشہ اعمال کی درستگی اور اخلاق حسنہ کی تلقین فرماتے تا کہ بہشتوں کے وارث بنیں اور اللہ کی قربت نصیب ہو۔ ایک دفعہ ایک بھائی نے کہہ دیا کہ ہمیں کیا غم ہے جبکہ انصاری صاحب محشر میں ہماری شفاعت کرا دیں گے۔ انصاری صاحبؒ نے فرمایا ''ہاں میں وہاں موجود ہوں گا اور کراؤں گا، وٹنس (سلطانی گواہ) بن کر کہونگا ہاں میرے رب! اس نے میرے ہاتھ پر آپ کو حاضر ناظر جان کر عہد کیا تھا کہ ''میں غلط کام نہیں کروں گا'' غور کرنے کا مقام کہ انصاری صاحبؒ نے یہ نہیں کہا کہ میں تجھے بخشوا دوں گا بلکہ یہ ظاہر کر دیا کہ بخشش کا

دارو مدار اپنے اعمال پر ہی ہوگا۔اور نیک اعمال والوں کی ہی سفارش ہوگی۔

طالبان حق کی زندگی میں ایک کامل پیر کا چناؤ نہایت اہم معاملہ ہے اس لیے انصاری صاحبؒ عام لوگوں کو اس چناؤ میں محتاط رہنے کی تعلیم دیا کرتے تھے وہ ہر نئے آنے والے کو فوراً مرید نہ بنا لیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کا انتخاب کرنے سے پہلے بزرگوں کی محافل میں ارادت اور ادب کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ ان کی محفلوں میں کس طرح کے لوگ آتے ہیں اور بزرگ یا پیر صاحب کا اپنا علم اور اخلاق کیسا ہے شرع کا پابند ہے یا شرعی حدود سے آزاد۔ گالیاں تو نہیں دیتا مریدوں سے سجدے تو نہیں کراتا وغیرہ وغیرہ جب دل کو تسلی ہوجائے کہ ان کی محافل اور مجالس میں پاکیزہ لوگ جو شرع کے پابند اور خوش اخلاق ہیں، آتے ہیں تو بیعت ہوجاؤ۔یاد رکھو بزرگوں کی پرکھ ان کی کرامات سے ہرگز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ کرامتیں تو غیر ولی اللہ سے بھی سرزد ہوتی رہتی ہیں۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کی اپنی کرامات ہی کچھ کم نہ تھیں جن کا بچپن سے ہی ظہور ہونا شروع ہوگیا تھا لیکن وہ ان کرامات کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔نہ ہی ان کو کچھ وقعت دیتے تھے بلکہ ان سے دور رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ایک دفعہ آستانہ عالیہ توحیدیہ لاہور پر ایک خاتون کچھ مسائل لے کر حاضر ہوئی اور بابا جی سے درخواست کی۔بابا جی نے فرمایا اللہ تیرے مسائل حل کر دے گا۔لیکن کسی کو بتانا نہیں۔اللہ نے اس کے مسائل حل کر دیے۔اس نے بابا جی کا کہا بھلا دیا اور اپنے ملنے والی ایک خاتون کو بھی مسائل کے حل کے لیے بابا جی کا پتہ بتا دیا۔خاتون نے حاضر ہوکر مسائل کے حل کرانے کی درخواست کی۔بابا جی جان گئے کہ اسے اسی خاتون نے بھیجا ہے جس کو انہوں نے منع کیا تھا بابا جی نے خاتون کو خوب ڈانٹ پلائی اور کہا بھاگ جاؤ۔میں یہاں کوئی دعاؤں کے لیے بیٹھا ہوں؟ خاتون گھبرائی اور بھاگنے میں ہی خیر منائی۔بابا جی نے کہا کام اس عورت کا بھی ہوجائے گا لیکن کسی اور عورت کو نہ بتائے گی۔

راولپنڈی کے ایک سینئر بھائی خواجہ ولی محمد بتاتے ہیں کہ ”میں پیری مریدی کا قائل نہ تھا لیکن ڈار صاحبؒ کا پڑوسی ہونے کا مجھے شرف نصیب ہوا تو انہوں نے مجھے قبلہ انصاری صاحبؒ کے

ہاتھ پر بیعت بھی کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد میرے اندر عجیب وغریب تبدیلیاں رونما ہونے لگیں جن پر میں خود بھی حیران تھا مثلاً جس کام کا ارادہ کرتا وہ ہو جاتا، جو بھی دعا کرتا پوری ہوتی، جو خواہش کرتا پوری ہو جاتی اور ہر وقت ایک لا زوال خوشی میرے اندر بسی رہتی لوگ میری دکان پر آنے لگے اور مجھے کوئی کامل بزرگ سمجھنے لگے۔ ایک دن موقع پا کر میں نے انصاری صاحبؒ سے ان کیفیات و واردات کا ذکر کیا اور عرض کی قبلہ مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہیے بابا جی نے فرمایا ولی محمد تو بھی عجیب انسان ہے۔ لوگ ان کیفیات کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں مجاہدے کرتے ہیں تکلیفیں اٹھاتے ہیں تمہیں یہ سب کچھ مفت میں مل گیا ہے۔ میں نے کہا قبلہ حضور مجھے معاف فرمائیں۔ بابا جی نے کہا اچھا تیری مرضی اس کے بعد میں ان باتوں سے آزاد ہو گیا۔ خواجہ ولی محمد مزید بتاتے ہیں کہ ایک دن رمضان شریف کے مہینے میں، میں صبح کی نماز کے بعد سو گیا ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ میرے سامنے ایک دیو ہیکل کالی سیاہ صورت جس کے ہاتھ کی انگلیاں میرے بازوؤں سے زیادہ لمبی اور موٹی تھیں آ کر کھڑی ہو گئی میں گھبرا گیا کہ اتنے میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی آواز میرے کانوں میں گونجی ولی محمد سالے تم گاڑی بند کر کے سوئے ہو اس آواز کے ساتھ وہ منحوس شکل غائب ہو گئی میری آنکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ انصاری صاحبؒ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں میں نے مصافحہ کیا اور بھول گیا کہ رمضان شریف کا مہینہ ہے۔ بابا جی کے لیے چائے بنانے کچن میں چلا گیا جب پلٹ کر آیا تو بابا جی غائب تھے، میں باہر گلی میں تلاش کرنے نکلا لیکن بابا جی کا کوئی پتہ نہ چلا۔ جب میں نے اس بارے عالم گیر صاحب ایک سینئر بھائی سے ذکر کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر مجھے اور بھی حیران کر دیا کہ اسی طرح ایک دفعہ بابا جی میرے پاس بھی تشریف لائے تھے دو دن گھر میں قیام کیا کھاتے پیتے، نماز پڑھتے اور میرے ساتھ گپ شپ لگاتے اور پھر اسی طرح اچانک غائب ہو گئے۔ گھر والوں کو خبر تک نہ ہوئی۔ اسی لیے علامہ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شہادت ہے مطلوب مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی

انصاری صاحبؒ کی تبلیغ اور تربیت کا طریقہ بھی نہایت دل نشین اور عام فہم ہوا کرتا تھا۔ آپ نہایت سادہ اور بلیغ انداز میں گفتگو فرماتے جو سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتی آپ حالات کی نزاکت کا گہرا ادراک رکھتے اور حاضرین و سامعین کے فہم و ادراک کے مطابق بات کر کے ہر ارادت مند کو بتاتے کہ نجات کا واحد ذریعہ حضور رسول کریم ﷺ کی اتباع ہے اور چھوٹے سے چھوٹے خلاف شرع کام سے بچنے کا حکم دیتے قبلہ انصاری صاحبؒ شیخ طریقت رہبر شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مقرر اور باوقار مصنف بھی تھے آپ کا شعر و شاعری سے بھی شغف تھا لیکن آپ نے اپنی شاعری کو کتابی صورت میں لانے سے منع فرمایا۔

انصاری صاحبؒ کی تصنیف شدہ چار کتب "تعمیر ملت، طریقت توحیدیہ، حقیقت وحدت الوجود اور چراغ راہ" ایک بے بہا خزانہ ہے اور توحیدیوں کے لیے سرمایہ حیات ہے۔ حقیقت وحدت الوجود لکھ کر آپؒ نے تصوف کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ آپؒ نے اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات سے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا مسئلہ حل کرنے کے لیے ابن عربیؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے نظریات پر مدلل اور سیر حاصل بحث کر کے ثابت کر دیا کہ مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود ہی درست ہے کہ خدا، خدا ہے اور مخلوق مخلوق ہے۔ انصاری صاحبؒ نے اپنے اس مشاہدے سے ایک متنازعہ اور دیرینہ مسئلہ حل کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ انصاری صاحبؒ طویل علالت کے بعد 23 جنوری 1977 کو وصال فرما کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان للہ و ان الیہ راجعون

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

دعا ہے اللہ رب العزت انصاری صاحبؒ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہم توحیدیوں کو آپؒ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بابا جی کی باتیں

(محمد فیصل خان)

آج بھی جب باباجی محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا مسکراتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو یادوں کے دریچے کھل جاتے ہیں۔ آپؒ پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب تھی۔ جس کا رنگ آپ کی شخصیت کے ہر پہلو سے جھلکتا تھا۔ آپ بلند پایہ بزرگ، صاحب کرامات، دلوں کو پڑھنے والے محرم راز تھے۔ بے پناہ سادگی، مہمان نوازی، دل جوئی اور عاجزی آپ کی ذات میں نمایاں تھی۔ Decent اور وضع دار طبیعت کے مالک تھے۔ آپؒ کی شخصیت کو الفاظ میں بیان کیا جائے تو چند درج ذیل پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔

محقق قرآن : توحیدیہ ڈسپلن میں قرآن کی تلاوت بمعہ ترجمہ کو سلسلہ کی تعلیم کا لازمی حصہ بنا دیا گیا ہے۔ موجودہ دور کے مسلمانوں نے قرآن کو طاق نسیاں بنا دیا ہے جو پڑھتے بھی ہیں تو فقط خیر و برکت کیلئے۔ باباجیؒ زبردست محقق قرآن تھے۔ قرآن فہمی آپ کا معمول تھی۔ آپ نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ہر بات کو قرآن کے حوالوں سے ثابت کیا۔ آپؒ نے قرآنی آیات کے بارے میں بہت سے Concept ٹھیک اور واضح کئے۔ مثال کے طور پر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا مگر آپؒ نے واضح کیا کہ قرآن کے مطابق انسان زمین کا خلیفہ ہے نہ کہ خدا کا۔

صاحب کردار : آپؒ صاحب قال نہیں بلکہ صاحب حال اور صاحب کردار بزرگ تھے۔ اسلام کا اصول ہے کہ واعظ و نصیحت وہ اثر رکھتی ہے جس کو کردار سے ثابت کیا جائے۔ دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے اور لوگوں کی کردار سازی کے لئے آپؒ نے اپنی ذات کو بھی عملی نمونہ بنا کر پیش کیا۔

بے لوث محبت : اللہ سے رسول اللہ ﷺ سے مرشد سے اور مریدوں سے آپؒ کو بے پناہ محبت تھی ۔کوئی بھی بات کر رہے ہوتے تو اللہ کا ذکر آتا تو چہرہ کھل جاتا ۔قبلہ انصاری صاحبؒ سے بہت پیار تھا ۔اپنے والدین کا ذکر کم کرتے مگر مرشد کا ذکر آپ کی ہر نشست میں ہوتا مریدوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ پہلے آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں پھر اپنے بیٹوں کے لئے ۔سراپا پیار ہی پیار تھے ۔آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام تو دین رحمت ہے ۔

ے فطرت مسلم سراپا شفقت است
خلق را دست و زبانش رحمت است

آپؒ نے لوگوں کو اللہ کے راستے پر لانے اور ثابت قدم رکھنے کے لئے فقط خدا کی رضا کے لئے بے پناہ پیار و محبت دیا ۔اپنے عیش و آرام کو چھوڑ کر اپنا تمام وقت سلسلہ کے لئے وقف کر دیا ۔آپؒ اپنی پنشن سے حلقہ فنڈ میں با قاعدہ حصہ ملاتے تھے ۔

اخلاق حسنہ : آپؒ با کمال اخلاق کے مالک تھے ۔جو ایک دفعہ آپؒ سے مل لیتا آپؒ کی گفتگو اور اخلاق اس پر گہرا اثر چھوڑتے ۔نرم ملائم لہجے میں بڑے خوبصورت طریقے سے گفتگو فرماتے ۔وعظ و نصیحت ایسے کرتے کہ سننے والے کی دل آزاری نہ ہوتی تھی ۔سلام میں پہل کرنا آپ کا معمول تھا۔

بر داشت : آپؒ کے اندر بدرجہ اتم قوت برداشت تھی ۔کمر اور گھٹنوں کی تکلیف کے باوجود اگر اللہ رسول ﷺ کی بات شروع ہو جاتی تو گھنٹوں گزر جاتے ۔آپؒ ہر سال مختلف شہروں کا تبلیغی دورہ کرتے اور باوجود بڑھاپے کے اور لمبے سفر کے کبھی تکان محسوس نہ کرتے ۔اگر کوئی بات مزاج کے خلاف ہو جاتی تو ہنس کر بات بدل دیتے ۔بہت بڑے ظرف کے مالک تھے ۔ باباجیؒ کے ساتھ مختلف نشستوں میں جو باتیں سنیں وہ بھائیوں کے پیش خدمت ہیں ۔

سلسلہ چلتا رہے گا : ایک دفعہ میں نے باباجیؒ کو چند اشعار اللہ اور اسکی

محبت کے بارے میں لکھ بھیجے۔ پھر آپ کا فون آیا تو فرمانے لگے کہ آپ تو بڑے اچھے شاعر بھی ہیں۔ یہ پریم اور محبت کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سلسلہ توحیدیہ سے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے پیاسے سیراب ہوتے رہیں گے۔ باباجیؒ کے وصال کے بعد قبلہ محمد یعقوب صاحب شیخ سلسلہ بنے اور اللہ کے فضل و کرم سے سلسلہ توحیدیہ آپ کی سرپرستی میں خوب ترقی کررہا ہے۔ یوں باباجی کی بات سچ ثابت ہوئی کہ یہ پیار و محبت کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا

اکمل ، مکمل ،کامل : ایک نشست میں باباجیؒ نے بتایا کہ بزرگوں کی تین اقسام ہوتی ہیں۔ اکمل وہ بزرگ ہوتے ہیں جو کوئی بات کہہ دیں تو خدا سے دعا اور گریہ زاری کرتے ہیں کہ ان کی التجاء کو قبول کرلیا جائے۔ مکمل وہ بزرگ ہوتے ہیں جو صاحب یقین ہوتے ہیں کہ کوئی بات کہہ دی تو یقین سے کہتے ہیں کہ پوری ہوجائے گی۔ کامل بزرگ وہ ہوتے ہیں جن کو خدا صاحب مختیار بنادیتا ہے۔ مگر مسکرا کر کہنے لگے کہ قبلہ انصاری صاحب فرماتے تھے کہ ایسی مختیاری تب ملتی ہے جب آدمی کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ ہر چیز حتیٰ کہ سوچ بھی خدا کی سوچ کے تابع ہوجاتی ہے۔ یعنی اللہ اور انسان کی فریکونسی میچ کرجاتی ہے تو ایسی مختیاری کا کیا کرنا۔

انسان کی خصوصیات : ایک دفعہ باباجیؒ فرمانے لگے کہ اللہ نے انسان کو ایسے ہی اشرف المخلوقات نہیں بنادیا۔ یہ کئی چیزوں کا مرکب ہے۔ مثلاً روح، جسم، قلب اور نفس وغیرہ۔ اس کی ایجادات سے بہت سی خصوصیات سائنس کی ترقی کے ساتھ سامنے آرہی ہیں۔ کچھ خصوصیات کا مشاہدہ روحانی آنکھ یعنی تھرڈ آئی سے ہوتا ہے اور کچھ خصوصیات حشر کے دن انسانوں میں ظاہر ہوں گی۔ مثال کے طور پر اہل جنت کے فقط خیال سے ہی چیز حاضر ہوجائے گی

اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ اس دن یعنی یوم حساب انسانوں کی زبانیں بند کردی جائیں گی اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور گواہی دیں گے۔ پھر موبائل سیٹ کی طرف اشارہ کرکے بولے کہ اگر یہ پلاسٹک کا ٹکڑا بول سکتا ہے تو پھر ہاتھ پیر کیوں نہیں بول سکتے۔

تھیوری آف رئیلٹیوٹی Theory of Ralitivity

آئن سٹائن کی تھیوری آف رئیلٹیوٹی کے بارے میں بتایا کہ اس کے مطابق جب کوئی Object روشنی کی رفتار سے سفر کرتا ہے تو اس کی سمت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ روشنی یعنی Energy میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ آئن سٹائن نے لکھا ہے کہ اس کی تھیوری کو دنیا میں صرف ایک آدمی سمجھ پایا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہاں یعنی عالم امر میں وقت اور رفتار ہماری دنیا سے مختلف ہے۔ قرآن وحدیث میں ہے کہ کچھ فرشتوں کے دو پر ہوتے ہیں اور کچھ کے چار پر۔ وہاں کا ایک دن ہمارے دس ہزار دن کے برابر ہے۔

روحانیت اور اخلاق کی ABC: قبلہ انصاری صاحبؒ اپنے ایک مرید سے خفا ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد اس مرید کا قبلہ انصاری صاحبؒ کو خط آیا کہ لگتا ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ میں ذکر کے بعد جب آپ سے توجہ لیتا ہوں تو آپ کا فیض مجھ کو ملتا ہے۔ باباجیؒ نے جواباً لکھا کہ "تمہیں تو روحانیت کی ABC کا بھی پتہ نہیں۔ یہ تو میرا اخلاقی فرض ہے کہ اگر کوئی مجھ سے کسب فیض کرے تو اسے توجہ دوں"۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "وقت اور وعدہ کی پابندی اخلاق کی ABC ہے یعنی یہ بنیاد ہے"۔

علامہ اقبالؒ کے مزار پر حاضری :

قبلہ انصاری صاحبؒ علامہؒ کے عقیدت مند تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ علامہ اقبالؒ کے مزار پر گیا تو پتہ چلا کہ اندر بھی شیر ہے۔ آپؒ نے علامہؒ سے کہا کہ آپ جو کہتے تھے کہ

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
مناسب ہے تیرا فیض عام ہو ساقی

تو بتائیں کہ ہم نے میخانے کھول دیے ہیں کہ نہیں! علامہؒ کہنے لگے کہ آپ تو ہماری آنکھ کے تارے ہیں۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کہتے تھے کہ علامہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خدا کا تحفہ ہیں۔

آپ کی علامہؒ سے محبت اور دوستی ہی کی وجہ سے قبلہ انصاری صاحبؒ نے علامہ کی نظم خودی کا سرنہاں کو حلقہ ذکر میں شامل کردیا۔ ڈارصاحبؒ فرماتے تھے کہ علامہ کو ہمارے حلقے سے بہت محبت ہے۔ کئی بھائیوں کی علامہ سے روحانی طور پر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

نزدیکی و دوری : ایک دفعہ قبلہ ڈارصاحبؒ فرمانے لگے کہ نزدیکی و دوری کوئی چیز نہیں یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مدینے میں مدفن بنے۔ کچھ لوگ قریب رہ کر بھی دل سے دور رہوتے ہیں اور کچھ دور رہ کر بھی دل کے قریب ہوتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ چیچڑ (حشرات الارضی) ہر وقت بھینس کے تھن کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔ یار لوگ آتے ہیں اور بھینس کا دودھ نکال کر لے جاتے ہیں۔ آپ کہتے تھے کہ روحیں بھی یہیں ہیں بس فریکوئنسی چینج ہے۔ جنت دوزخ بھی یہیں ہیں۔ قرآن میں بھی ہے کہ جنت و دوزخ زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

شیو Shave : قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد ہی داڑھی منڈھے یعنی پڑھے لکھے لوگوں کے لئے رکھی ہے۔ جو سوچ کر اور تعلیم کو سمجھ کر بیعت ہوں نہ کہ رسماً بیعت۔ کنونشن کے موقع پر مجھے قبلہ ڈارصاحبؒ ملے میں نے اس دن شیو نہیں کی ہوئی تھی اور بابا جان نے کہا کہ روزانہ شیو کیا کرو یا داڑھی رکھ لو۔ قبلہ ڈارصاحبؒ فرماتے تھے کہ داڑھی کی تراش خراش بھی ایسی ہونی چاہیے جو خوبصورت بھی لگے۔

جلال و جمال : باباجی ڈارصاحبؒ جلالی بزرگوں کے بارے میں بات کررہے تھے۔ فرمایا کہ حضورﷺ کی ذات میں کونسا جلال تھا۔ آپؐ تو سراپا جمال ہی تھے۔ یہ کیسی بزرگی ہے کہ کسی نے دودھ نہیں دیا تو بابا نے اس کی بھینس ماردی۔ سچے صوفی اور اللہ والوں میں تو جمال کا عنصر ہی غالب ہونا چاہیے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ فقیری کا سلیبس ہے کہ گالیاں کھاؤ اور دعا دو۔ یہ چاہے ایک دن میں کرلو یا 20 سال میں۔ کرنا یہی پڑے گا کیونکہ حضورﷺ نے بھی یہی کیا۔

ظہور امام مہدی: قبلہ ڈار صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ امام مہدی کا ظہور کب اور کہاں ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحب فرماتے تھے کہ امام مہدی کا ظہور مکہ معظّمہ خانہ کعبہ میں دوران طواف ہوگا۔اس وقت کے بڑے بزرگ خانہ کعبہ میں امام مہدی کو توجہ دیں گے۔اس سے پہلے خود امام مہدی کو بھی اپنا پتہ نہیں ہوگا۔توجہ کے اثر سے ان پر منکشف ہوگا کہ وہ امام مہدی ہیں۔

رویت باری تعالیٰ اللہ کی ذاتی وصفاتی تجلیات ہر وقت ہر جگہ جاری و ساری ہیں۔ اللہ سب سے لطیف ذات ہے۔رویت باری تعالیٰ کے بارے میں قبلہ ڈار صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضورﷺ نے امتیوں کے لئے راستے کو ہموار کر دیا ہے جس طرح بلڈوزر سے سڑک سیدھی کر کے بنادی جاتی ہے تو بعد میں آنے والے آسانی سے راستے طے کر لیتے ہیں۔علامہؒ نے فرمایا۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

جہاں تک اللہ کی ذات کے دیدار کی بات ہے تو یہ بہت بلند مرتبہ ہے۔یہ سفر سیر فی اللہ اور پھر سیر الی اللہ سے شروع ہوتا ہے۔جیسا کہ ملتان سے کراچی تک کا سفر، راستہ کو سیر اور پھر کراچی کی سیر، سیر الی اللہ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس کی کوئی حد نہیں ہر سالک کو اس کے ظرف اور Wisdom کے مطابق دیدار ہوتا ہے۔اس مقام پر آپﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ کو جتنا جاننے کا حق تھا اتنا تو میں بھی نہیں جان سکا۔اس کی ذات تو وراء الورا ہے۔

نعت: قبلہ ڈار صاحبؒ نعت کے بارے میں بڑے محتاط تھے بڑے ادب و انہماک کے ساتھ ایک یا دو نعتیں سننا پسند کرتے تھے۔دوران سفر گاڑی میں نعت سننے سے منع کر دیتے تھے۔حضورﷺ سے بے انتہا محبت تھی۔فرماتے تھے جب بھی حضورﷺ کا نام آئے تو بلند آواز سے درود شریف پڑھا کرو ہوسکتا ہے کہ کوئی بھول گیا ہو اور آپ کی بلند آواز سے اسکو بھی یاد آجائے۔اس میں شرم یا ہچکچاہٹ محسوس نہ کیا کرو۔

دوا ڈاکٹر ھی تجویز کرتا ھے : ایک صاحب آئے اور قبلہ ڈار صاحب سے درود شریف کی تعداد کے بارے میں پوچھنے لگے ان کا خیال تھا کہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ درود شریف ہی پڑھنا چاہیے۔ آپؒ نے اسے سمجھایا کہ مرشد کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے درود شریف کے ساتھ ذکر اور نماز و نوافل بھی ضروری ہیں پھر آپ نے کہا کہ دوا تو ڈاکٹر ہی تجویز کرتا ہے۔

روح و جسم کا تعلق : باباجی ڈار صاحبؒ سے ایک بھائی نے روح اور جسم کے مرنے کے بعد تعلق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ روح اور جسم کا مرنے کے بعد بھی گہرا تعلق رہتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ پرانا گھر۔ آدمی چند سال کسی مکان میں رہے اور پھر نیا گھر لے لے تو پرانے گھر کا قلبی تعلق تو رہتا ہے۔ اس سے انسان کی ماضی کی یادیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ خوابوں میں بھی وہ گھر نظر آتا ہے۔ ایسے ہی نسبت روح اور جسم کی مرنے کے بعد آپس میں قائم رہتی ہے

قائد اعظم اور مرزا غالب : باباجی ڈار صاحبؒ ایک دفعہ بتانے لگے کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کہتے تھے کہ میں نے جہاں تک روحانی سیر کی اس مقام پر دو ہستیوں کو پایا ایک محمد علی جناح اور دوسرے مرزا غالب تھے یہ دونوں ہستیاں بلند پایا اولیاء میں سے ہیں۔ پھر قبلہ ڈار صاحبؒ کہنے لگے کہ مرزا غالب شراب نوشی کرتے تھے مگر ان کی اللہ سے دوستی تھی اللہ نے کوئی مولوی سے پوچھ کر دوستی کرنی ہے! غالب کا اپنا شعر بھی ہے کہ

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب — ہم تجھے ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

پھر کہنے لگے کہ غالب تو کہتے تھے کہ میں اس لئے شراب نوشی کرتا ہوں تا کہ سرمستی و بے خودی رہے۔

انصاری صاحب Receive کرتے ھیں :

ایک دفعہ فوت شدہ بھائیوں کی باتیں ہو رہی تھیں۔ قبلہ ڈار صاحب فرمانے لگے کہ جو بھی توحیدی بھائی فوت ہوتا ہے تو اس کو آگے قبلہ انصاری صاحب دوسرے بھائیوں کے ساتھ

Receive کرتے ہیں۔ باباجی انصاری صاحبؒ کہتے تھے کہ تمہارے اصل بھائی تمہارے پیر بھائی ہیں یہ تمہیں معلوم ہوجائے گا۔

ایصالِ ثواب : ایصال ثواب کے بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہے مگر حضور ﷺ کی حدیثوں سے ایصال ثواب ثابت ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ میری امت کے لوگ گنہگار قبروں میں جائیں گے اور بخشے ہوئے قبروں سے اٹھیں گے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ بتاتے تھے کہ ہم کو تو ایصال ثواب جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ قرآن میں بھی ہے کہ نیک اور پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔

صل اللہ علیک یا رسول اللہ اور حاملین عرش :

قبلہ ڈار صاحب نے بتایا کہ ہمارے اسلام آباد کے بھائی خالد مسعود صاحب کوئی اور درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ مشاہدہ میں دیکھا کہ وہ فرشتے جو حاملین عرش ہیں یعنی جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے صل اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد بھائی خالد مسعود صاحب نے بھی یہی درود شریف پڑھنا شروع کردیا۔

قبلہ انصاری صاحبؒ پہلے صرف ذکر ہی کرتے تھے۔ القاء ہوا کہ درود شریف نہیں پڑھو گے تو بیمار ہی رہو گے۔ آپ نے روزانہ 1000 مرتبہ درود شریف تعلیم میں شامل کردیا۔ آپ یہی درود پاک پڑھتے تھے۔

پاس انفاس اور حواری عرش : قبلہ ڈار صاحب نے ایک بھائی کے بارے میں بتایا کہ اس نے مشاہدہ کیا کہ وہ پرواز کر رہا ہے اور حوارے عرش کا علاقہ ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ اس کے ساتھ اُڑ رہے ہیں۔ قبلہ انصاری صاحب نے کہا کہ دیکھو پاس انفاس یعنی سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر بند نہ کرنا ورنہ واپس دنیا میں گر جاؤ گے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے اصل پاور اللہ کی ذات ہے۔ جتنا پاس انفاس کرو گے اتنی ترقی ہوگی۔

صرف مرید ھی نہ رھیں : میں نے قبلہ ڈار صاحبؒ سے کسی کام کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ کہنے لگے کہ تارسیدھی کرواور اللہ سے خود ہی مانگ کر کام کروالیا کرو۔ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے بیٹے ہمیشہ مرید ہی رہیں۔ہم صرف دواہی نہیں دیتے نسخہ بھی دے دیتے ہیں۔پہلے دن سے اسم ذات کا ذکر کرواتے ہیں۔فنا فی الشیخ،فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ اکٹھے ہی شروع ہوجاتے ہیں۔

خوب کماؤ خوب کھاؤ اور خوب اللہ اللہ کرو:

قبلہ بابا جی فرماتے تھے خوب کھاؤ خوب کھاؤ خوب اللہ اللہ کرو۔ہماری فقیری فرسودہ (orthodox) نہیں۔دین کے آدھے ارکان کی ادائیگی کا تعلق دولت سے ہے۔مثلاً حج، زکوٰۃ،جہاد وغیرہ دین کی تبلیغ ونشر واشاعت۔

دولت اگر اللہ والوں کے ہاتھ میں ہوگی تو اللہ کے راستے میں خرچ ہوگی۔زیادہ دولت کے ساتھ حساب لمبا ہوجائے گا اگر سامان زیادہ ہو تو چیکنگ میں ٹائم زیادہ لگ جاتا ہےاور سامان ٹھیک ہو تو پھر کیا پریشانی۔اسی طرح دولت اگر جائز طریقے سے کمائی ہوگی تو پھر کیا پریشانی ہے

رائل روڈ : بابا جی ڈار صاحبؒ فرماتے تھے کہ قبلہ انصاری صاحبؒ اس راہ سلوک کو رائل روڈ کہتے تھے۔یعنی شریعت کے راستے پر چلنا گویا شاہی راستے پر چلنا ہے۔جس میں دین اور دنیا اور آخرت کی یقینی کامیابی ہے تو عقلمند وہ ہے جو سیدھے راستے پر چلے نہ کہ ٹیڑھے راستوں پر چل کر منزل سے دور ہوجائے۔

حسن و عشق : قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر عشق نہ ہوتا تو حسن سالا مال روڈ پر جھاڑو دے رہا ہوتا کسی نے پوچھنا نہیں تھا۔یعنی اگر عشق حسن کی پذیرائی نہ کرتا تو تنہا حسن رہ جاتا۔یہاں عشق سے مراد عشق حقیقی ہے۔اللہ بھی فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا چاہا کہ پہچانا جاؤں تو انسان کو پیدا کیا خدا نے انسان کو اپنی پہچان ومعرفت کے لئے پیدا کیا۔

کامل نفی کا طریقہ : قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ کامل نفی کا طریقہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے ذہن سے تمام خیالات کو نکال دو اور پاس انفاس بھی بند کر دو یہ خیال کرو کہ قبر میں لیٹ گئے ہو۔ اسی طریقے سے جلد کامل نفی پیدا ہو جائے گی۔

اللہ سراپا حسن : باباجیؒ فرماتے تھے کہ اللہ سراپا حسن ہے۔ ہر چیز میں حسن۔ آواز میں بھی سب سے حسین، جب اللہ نے دنیا تخلیق کی تو اللہ انسانوں اور جانوروں سے ہمکلام ہوتا تھا۔ خدا کی آواز ایسے آتی تھی جیسے ستار بجتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے زمین و آسمان بنانے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ ویدوں میں بھی یہی بات ہے کہ پہلے مہاراج کنول کے پھول پر پانی میں موجود ہوتے تھے۔

ذکر سے ہی تعمیر ہوتی ہے : باباجیؒ فرماتے تھے کہ ذکر سے ہی تعمیر ہوتی ہے۔ یعنی روحانی ترقی۔ جس طرح پودا لگا کر دن رات اس کی حفاظت کی جاتی ہے اس کو پانی دیا جاتا ہے۔ ایک دن وہ تناور درخت بن جاتا ہے اور اس پر پھل اور پھول آتے ہیں اسی طرح اللہ کے ذکر سے رفتہ رفتہ روحانی تعمیر ہوتی ہے ظرف بڑھتا ہے۔ اللہ کے ذکر سے ہی اور مرشد کی توجہ سے انسان اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی صفاتی اور ذاتی تجلیاں دیکھ سکے جو مادی آنکھ سے دیکھنا ممکن نہیں۔ بہاؤالدین زکریاؒ کے ایک مرید بضد ہو گئے کہ مجھے اپنے جیسا بنا دیں۔ وہ انکار کرتے رہے کہ تم میں ابھی اہلیت نہیں۔ وہ بضد رہا تو آپؒ اسے حجرے میں لے گئے جب باہر آئے تو دونوں کے چہرے ایک جیسے تھے۔ پہچانا نہیں جا رہا تھا کہ بہاؤالدین کونسے ہیں اور مرید کونسے۔ مگر تھوڑی دیر بعد مرید کا انتقال ہو گیا۔ مرشد کے فیض کثیر کی تاب نہ لا سکا مسلسل ذکر سے ہی انسان کے اندر Capacity Build ہوتی ہے۔

اپنے لئے دعا : راقم الحروف نے قبلہ باباجیؒ سے کہا کہ آپ کے گھٹنوں اور پیروں میں شدید تکلیف رہتی ہے سب کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آپ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ کہنے لگے کہ مجھے آج تک کسی نے کہا ہی نہیں کہ اپنے لئے دعا کرو۔ پھر عثمان مروندیؒ کا

واقعہ سنایا کہ ان کی طبیعت خراب تھی ان کی والدہ نے کہا عثمان! اپنی بیماری سے شفا کے لئے اللہ سے دعا کرو۔انہوں نے کہا کہ مجھے کسی نے کبھی میرے لئے دعا کا کہا ہی نہیں۔اگلے دن ان کی والدہ برقعہ اوڑھ کر عثمان مروندی کے پاس گئیں جب آپ لوگوں کے لئے دعا کر رہے تھے اور کہا کہ میرا بیٹا بیمار ہے اس کے لئے دعا کرو۔آپ نے دعا کی تو آپ کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔آپ کی والدہ نے بعد میں آپ کو ساری بات بتائی۔باباجیؒ نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے مسائل لے کر آتے ہیں اور دعا کر دی جاتی ہے۔فقیر آدمی دعا ہی کرسکتا ہے،اللہ اپنی رحمت سے قبول فرمالیتا ہے

دعا اور سیلاب : باباجیؒ نے واقعہ سنایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس ایک عورت آئی کہ اس کا خاوند جیل میں قید ہے دعا کریں کہ رہا ہو جائے۔باباجی نے دعا کر دی۔چندروز بعد اس علاقے میں غالباً بنوں کے علاقے میں سیلاب آگیا اور جیل کے قیدیوں کی وہاں ڈیوٹی لگ گئی۔امدادی سرگرمیوں کے بعد حکومت نے حکم نامہ جاری کیا کہ ان تمام قیدیوں کو رہا کردیا جائے جنہوں نے سیلاب میں ڈیوٹی دی ہے۔اس طرح اس عورت کے خاوند کو بھی رہائی مل گئی اللہ کس طرح سے اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے۔

اللّٰہ کی گود : باباجی نے فرمایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی محبت میں مرجاؤ گے تو اللہ کی گود تمہارا مقام ہوگا۔اگر زندگی میں اسکا دیدار نہ ہو سکا تو مرتے وقت بھی ہوگیا تو بہت بڑی کامیابی ہے اور انجام اللہ کی گود کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

سمندر کے کنارے ذکر : کراچی کے بھائی منیر لودھی صاحب جو دیوا اکیڈمی کے بانی ہیں نے بھائیوں کو کراچی مدعو کیا۔قبلہ ڈار صاحبؒ اور قبلہ یعقوب صاحب بذریعہ جہاز کراچی پہنچے اور بھائی مختلف شہروں سے اکٹھے ہوئے ایک دن سمندر کے کنارے پر محفل ذکر کا اہتمام تھا۔ذکر کا بہت لطف آیا۔ذکر کے بعد جب جوتا پہننے لگا تو قبلہ ڈار صاحبؒ نے میرا جوتا پہنا ہوا تھا۔اگلے روز پھر ایسا ہی ہوا۔باباجی مسکرانے لگے۔لودھی صاحب نے بہت پیار سے تمام بھائیوں کی مہمان نوازی کی۔ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سمندر بھی ہمارے ساتھ ذکر نفی اثبات کر رہا ہو۔

حضور ﷺ سے قبلہ انصاری صاحب کی محبت :

بابا جی نے بتایا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کو حضور اقدس ﷺ سے بے پناہ محبت تھی ۔ آپ فرماتے تھے پتہ نہیں لوگ وہاں یعنی مدینہ سے لوٹ کر کیسے آتے ہیں ۔ اس لئے نہ آپ نے حج کیا نہ عمرہ کہ اگر گیا تو حضور ﷺ کے در سے واپس نہ آ پاؤں گا۔

آپؒ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کے در کے خاکروب جو مسجد الرسول کی صفائی کرتے ہیں ان کے سامنے غوث اور قطب کیا ہیں ۔ آپ کی محفل میں ایک صاحب دوران گفتگو آپ کو حضور کہہ کر مخاطب ہوا ۔ اس نے 2/3 مرتبہ کہا تو آپ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور فرمایا کہ مجھے حضور نہ کہا کریں یہ لفظ نبی پاک ﷺ کے لئے مخصوص ہے ۔ بابا جی ڈار صاحبؒ اپنا بتانے لگے کہ جب عمرہ پر گئے تو جیسے ہی بس مدینہ منورہ کی حدود میں داخل ہوئی تو آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی اور ذہن میں مولانا جامی کی نعت چلنے لگ پڑی۔

دعا کا طریقہ : بابا جی ڈار صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعا ایسے مانگو جیسے مانگت ۔ جس طرح بازار میں مانگت پیچھے پڑ جاتے ہیں اور خیرات لے کر ہی پیچھے ہٹتے ہیں اسی طرح اللہ سے مانگا کرو ۔ کہنے لگے کہ اکثر لوگ دعا پڑھتے ہیں، مانگتے نہیں ۔

پاور ہاؤس: قبلہ انصاری صاحبؒ تشریف فرما تھے کہنے لگے کہ میرے چند بیٹے ڈائنامائٹ ہیں جن سے بڑے بڑے پاور ہاؤس چارج ہونے آتے ہیں ۔ چند دوسرے بھائیوں اور قبلہ ڈار صاحبؒ کا نام لیا ۔ کہنے لگے کہ بابا فرید پاک پتن والے بزرگ کا حصہ ہمارے پاس تھا بابا فرید ملے تو کہنے لگے کہ انصاری صاحب ! ہم تو ساری عمر کرامات دکھانے میں لگے رہے اور اپنا سلوک مکمل نہ کر سکے ۔

نوکھر : قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس بڑے بڑے عہدے دار ملنے کے لئے آتے تھے جن میں جنرل ضیاء الحق ، غلام مصطفیٰ جتوئی اور اشفاق احمد وغیرہ شامل ہیں ۔

غلام مصطفیٰ جتوئی آپ کے بڑے عقیدت مند تھے ۔ان کی دوستی غلام مصطفیٰ کھر کے ساتھ تھی ۔ کھر نے کئی دفعہ ملاقات کی اجازت مانگی مگر قبلہ انصاری صاحب نے منع کر دیا کہا کہ اگر تو یہ کر لیتا ہے تو آ جائے بابا جی ڈار صاحب کے آبائی گاؤں کا نام نوکھر ہے ۔تو قبلہ انصاری صاحبؒ فرمانے لگے نوکھر یعنی کھر نہیں آ سکتا ۔کھر صاحب کئی دفعہ کی کوششوں کے باوجود قبلہ انصاری صاحبؒ سے نہ مل سکے ۔

اللہ سے محبت : قبلہ انصاری صاحبؒ کو بچپن سے ہی اللہ سے شدید محبت تھی ۔ آپ فرماتے تھے میں نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کو نہیں بھلایا ۔سلسلہ تو حیدیہ میں بھی یہی رنگ غالب ہے ۔ایک دفعہ قبلہ انصاری صاحب آرام فرما رہے تھے رات کا وقت تھا ایک بھائی آئے اور اللہ کی محبت میں لبریز ہو کر چھلک گئے باقی موجود بھائی بھی رونے لگ گئے ۔گریہ زاری شروع ہو گئی ۔اور قبلہ انصاری صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے کہنے لگے کہ میرا تو نہ ہجر ہے نہ وصال تم لوگ مجھے بھی رُلا دیتے ہو ۔انصاری صاحبؒ ایک دفعہ علیل ہو گئے ڈاکٹر کو دکھانے چلے گئے ۔ ڈاکٹر سے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب زہر کا ٹیکا لگا دو اب برداشت نہیں ہوتا ۔اللہ سے دوری اب برداشت نہیں ہوتی ۔ڈاکٹر چونکا تو آپ نے کہا کہ میں کوئی دنیا سے تنگ آ کر تھوڑا کہہ رہا ہوں ۔

بڑا کام : ملتان کے سالانہ کنونشن کے موقع پر ضیاء الحق جو اس وقت کور کمانڈر ملتان تھے بریگیڈیئر کے ہمراہ بابا جی سے ملنے آئے ۔وہ پہلے بھی بابا جی کے پاس آتے تھے ۔آپ نے ضیاء الحق کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تم سے بڑا کام لے گا ۔چنانچہ وقت نے ثابت کیا کہ افغانستان اور روس کی جنگ کے دوران ضیاء الحق نے بہت اہم کردار ادا کیا ۔بعد میں آپ نے ضیاء الحق کو منع کر دیا کہ آپ ملنے نہ آیا کریں خط و کتابت سے ہی رابطہ رکھا کریں آپ لوگوں کے پیچھے CID ہوتی ہے ۔

بیٹا چاھیے : بابا ڈار صاحبؒ نے بتایا کہ ہمارے ایک پیر بھائی تھے جن کا بیٹا نہیں تھا ۔انہوں نے قبلہ انصاری صاحب کو گھر دعوت پر بلایا اور اپنی بیٹی کو پھول دے کر کہا کہ

جب باباجی آئیں تو ان کو یہ پھول دے دینا اور کہنا کہ دعا کریں کہ اللہ ہمیں پھول جیسا بھائی دے دے جب باباجی آئے تو بچی نے ویسے ہی کیا تو باباجی نے کہا اللہ دے گا۔ پیر بھائی نے جواباً انشاءاللہ کہا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب بیٹا نہ ہوا تو اس نے دوبارہ دعا کی درخواست کی تو آپ نے کہا اللہ دے گا تو اس نے پھر جواباً انشاءاللہ کہا تو انصاری صاحب نے چونک کر کہا کہ سالے انشاءاللہ کہتا ہے اللہ نے چاہا ہے تو ہم نے کہا ہے۔ جب دعا کروانی نہیں آتی تو خاموش رہا کرو۔ پھر ایک دن انصاری صاحبؒ نے بتایا کہ جب بیٹے کے لئے دعا کی تھی تو حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ آج رات اس بچے کی روح رحم مادر میں منتقل ہوگی۔ یہ ہوتی ہے اعلیٰ درجہ کی فقیری۔

دم : باباجی کہتے تھے کہ ہمیں تو قبلہ انصاری صاحبؒ نے دم کرنے کا مختصر طریقہ بتایا ہے اگر بیٹا چاہیے تو یا خالق الآدم اور اگر بیٹی چاہیے تو یا خالق الحواء پڑھ کر پانی پر دم کر دو۔ مگر دم کرتے وقت اس اسم کی کیفیت طاری ہو اور یکسوئی کے ساتھ دم کیا جائے۔ آپ لوگوں کے مسائل سن کر دعا کرتے تھے اور ساتھ کوئی آیت یا اسم ورد کے لئے بتا دیتے۔ ایک دن باباجی نے مسکرا کر بتایا کہ اصل چیز تو فقیر کی دعا ہی ہوتی ہے۔

روحوں کو بلانا : ایک محفل میں قبلہ انصاری صاحبؒ نے روحوں کو بلایا۔ پہلے ہمارے خاندان کے بزرگ بایزید بسطامیؒ کی روح کو بلایا۔ آپ نے بایزید سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ تمام عمر جنگلوں میں ہی رہے تو انہوں نے بتایا کہ اللہ سے محبت ہی اتنی تھی کہ آبادی میں سکون نہیں ملتا تھا۔ پھر داتا صاحب علی ہجویری کی روح کو بلایا تو انہوں نے کہا کہ انصاری صاحب آپ جس شاخ پر بیٹھے ہیں اس سے اوپر بھی بہت کچھ ہے تو آپ نے کہا کہ ابھی بہت وقت ہے دیکھ لیں گے۔

پاش پاش : مجذوب کے بارے میں باباجی ڈار صاحبؒ بتاتے تھے کہ ان کے زیادہ قریب نہ جاؤ بس جو ہو سکے خدمت کر دیا کرو۔ اگر اس کو پیار آ گیا تو زیادہ سے زیادہ اپنے جیسا بنا دے گا۔ آپ نے کہا کہ آپ لوگ شریعت کے راستے پر ہیں جو کوئی آپ سے ٹکرائے گا

پاش پاش ہو جائے گا اگر کبھی کسی مجذوب یا اور بزرگ سے مقابلہ ہو جائے تو خیال کرو کہ اس کے پیچھے آپ کا مرشد موجود ہے آپ مرشد سے فیض لو تو مد مقابل یعنی مجذوب Blank ہو جائے گا۔

کرامات : باباجیؒ سے پوچھا کہ کچھ لوگ کرامات مانگتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کرامات تو بے یقین لوگ مانگتے ہیں۔ حضورﷺ سے بھی کبھی کسی صحابی نے معجزہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ ویسے ہر مرید کے پاس اس کے مرشد کی کرامات ہوتی ہیں۔ سچے صوفی اور اللہ والے تو اسے پسند نہیں کرتے۔

اللہ سے ناراضگی : ہمارے ملتان کے مرحوم بزرگ بھائی ناصر شاہ صاحب بڑے پیارے بھائی تھے بتایا کہ باباجی ڈار صاحب کو ملنے کو جرانوالا جا رہا ہوں تو کہنے لگے کہ میرے لئے بھی دعا کروانا میں تو اپنے لئے دعا نہیں کرتا اللہ سے ناراض ہوں۔ میں نے جا کر باباجی کو بھائی کا سلام اور پیغام دیدیا۔ باباجی مسکرا کر کہنے لگے کہ فقیر آدمی ہی اللہ سے ناراض ہو سکتا ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں یہ بات فقیر آدمی ہی کر سکتا ہے۔

آراستہ قبر : قبلہ انصاری صاحبؒ نے وصال سے چند روز پہلے بتایا کہ اب مجھے جانے دو میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا تم کو سب کچھ بتایا ہے۔ میں نے ایک وسیع و عریض قبر دیکھی ہے جس میں صوفے اور پردے وغیرہ لگے ہوئے ہیں اور خوب آراستہ ہے۔ چند روز بعد آپؒ کا وصال ہو گیا۔

درباری لوگ : قبلہ انصاری صاحبؒ نے بتایا کہ ایک دفعہ ان کی روحانی طور پر ڈیوٹی لگ گئی۔ آپ نے خوش ہو کر اپنے دوست اور محسن رسالدار بابا محمد حنیف خان صاحبؒ کو بتایا تو آپ نے کہا کہ انصاری صاحب چھوڑیں یہ بھی کوئی کام ہے ہم تو درباری لوگ ہیں۔ رسالدار صاحبؒ اللہ کی کچہری میں بیٹھنے والے بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی خواہش تھی کہ آپ کا ہر بیٹا اللہ کی کچہری تک پہنچ جائے۔ اس سے نیچے نہ رکے۔ آپ ہی کا شعر ہے:

آتی ہے مجھے غیب سے آواز مسلسل
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

نماز کا طریقہ : باباجی ڈارصاحبؒ نماز کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو سردار نے پڑھنا ہے نہ کہ کمی کمینوں نے ۔یعنی ذہن اور دماغ نے نماز پڑھنی ہے نہ کہ ہاتھ پاؤں نے ۔مقصد یہ کہ نماز میں حضوری کی کیفیت پیدا ہو۔حضورﷺ کی حدیث مبارکہ بھی ہے کہ لا صلوۃ الا بحضور قلب (حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی)۔تکبیر تحریمہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ نماز شروع کرتے ہی تمام دوسری چیزیں حرام ہوگئی ہیں ۔چھینک آئی اور الحمداللہ کہہ دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ تہجد کے بارے میں بھی آپؒ فرماتے تھے کہ چاہے دو نفل ہی پڑھو مگر پوری یکسوئی کے ساتھ،قیام کرو تو خیال کرو کہ اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔خوب طویل قیام ہو اسی طرح رکوع اور اسی طرح طویل سجدے ہوں ۔حضورﷺ بعض دفعہ دو نفلوں میں رات گزار دیتے تھے ۔اس طرح سے پڑھی گئی دو نوافل کی تہجد 100 نوافل سے بہتر ہے ۔

یہ تھیں چند باتیں جو باباجی ڈارصاحب کے بارے میں لکھتے ہوئے ذہن میں آ گئیں ۔آپ کی باتوں کا اور یادوں کا سلسلہ تو بہت طویل ہے ۔آپ کی سب سے بڑی خوبی جو میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ آپ کی محفل میں بیٹھے ہوئے یہ محسوس ہوتا تھا کہ اللہ میرے بہت قریب ہے اور اس کا اثر کئی روز تک رہتا تھا ۔آپؒ سے ملاقات کے بعد اپنے اندر تبدیلی محسوس ہوتی اور عجیب سی بے خودی اور اللہ اور رسول اللہﷺ کی محبت کا غلبہ رہتا ۔میں نے کبھی آپ کے ماتھے پر شکن نہیں دیکھا ۔کسی بھی وقت مریدوں نے یا کسی سائل نے دستک دی تو آپ نے مسکراتے ہوئے خندہ پیشانی سے اس کی دلجوئی کی ۔میں نے اپنی زندگی میں کئی صاحب کرامات بزرگ دیکھے جو صاحب عرفان بھی تھے مگر باباجی ڈارصاحبؒ کی بات ہی سب سے الگ اور جدا تھی ۔ایسی ہستیاں بہت کم پیدا ہوتی ہیں ہم خوش نصیب رہے جو آپ سے فیض کثیر حاصل کیا ۔اپنے ایک مشاہدہ پر بات ختم کرتا ہوں فقط اسلئے کہ بھائیوں کو پتہ چل سکے کہ ہماری تعلیم کتنی پر اثر اور مرشد کتنے کامل ہیں ۔انسان زندگی میں دنیاوی یا روحانی طور پر جو بھی ترقی کرتا ہے وہ فقط اللہ کی رحمت سے ہی میسر آتی ہے ۔باباجیؒ گرمیوں میں اماں جی کے ساتھ ملتان آئے ہوئے تھے ۔آپ نے اور

اماں جی نے مجھے میزبانی کا شرف بخشا۔دوپہر کا کھانا کھا کرآپ جب عادت قیلولہ فرمانے لگےتو کمرے میں باباجی اکیلے تھے۔آپ ویسےتو دل کا حال جانتے تھےمگر میں نے موقع جانتے ہوئے آپ سے چند باتیں کرنا چاہیں نجانے کیوں آپ سے بات کرتے وقت الفاظ ہی ختم ہوجاتے تھے آپ کا عجیب سارعب میرے دل پرطاری رہتا تھا۔میں نے باباجیؒ کو بتایا کہ حضور ﷺ مجھے ملے ہیں۔آپ ﷺ میرے گھرتشریف لائے ہوئے تھے تمام صحن اوردالان نور سے بھرا ہوا تھاابھی میں نے آدھی بات بیان کی تو آگے کی بات باباجی ڈارصاحب مجھےخود بتانے لگےاور مسکرانے لگےاورفرمایا فیصل بیٹا یہ اللہ کا کرم ہےہم کرتے ہی کیا ہیں۔روحانی معاملات فقط اللہ کےکرم اورمرشد کی نگاہ کرم سےہی پایہ تکمیل کوپہنچتے ہیں۔

چند باتیں ہمارےموجودہ شیخ قبلہ محمد یعقوب صاحب کی باباجی ڈارصاحبؒ سےمحبت کے بارے میں لکھنا ضروری ہیں۔تمام مریدوں کواپنے مرشد سےمحبت ہوتی ہےمگرایک چیز جو بلند درجےعطا کرتی ہےوہ ہےادب۔باباجی یعقوب صاحب سے زیادہ باباجی ڈارصاحبؒ کا ادب کرنے والا مرید میں نے نہیں دیکھا۔آپ باباجی ڈارصاحبؒ کےساتھ تبلیغی دوروں پر جاتے ان کا تمام سامان چیک کرتے۔خودباباجی کے پاؤں کی مالش وغیرہ کرتے اورجب باباجی ڈارصاحب گفتگوفرمارہےہوتےتوبڑےادب وانہماک کیساتھ سنتے۔باباجی ڈارصاحبؒ آپ کو مولوی صاحب کہہ کر بلاتے تھےاوراگرکبھی کھانے کےبعدحلوہ آجاتا تو باباجی ڈارصاحب مولوی صاحب کو کہتے کہ یہ آپ کی ڈش ہےاور ہلکا پھلکاطنزومزاح بھی ہوتا مگر باباجی یعقوب صاحب جواباًمسکراتے رہتے۔علامہ نے صحیح کہا ہے کہ "ادب پہلاقرینہ ہےمحبت کےقرینوں میں"۔

باباجی ڈارصاحبؒ اس مادی دنیا کےاصولوں کےمطابق پردہ فرماگئےمگروہ ہمیں اپنا بہترین متبادل باباجی یعقوب صاحب کی صورت میں دے گئے۔تمام توحیدی بھائیوں کوچاہیے کہ ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں کیونکہ ان جیسی ہستیاں بڑی مشکل سےملتی ہیں۔اللہ کی کرم نوازی ہے کہ اس نےہمیں ایسےرہنما دیئےجنہوں نے اپنے کرداروعمل سےسلسلہ کی تعلیم کوپیش کیا۔

پدرم سلطان بود

(سید رحمت اللّٰہ شاہ)

دنیا میں جس طرف مرضی دیکھ لیں، ہر وہ قوم ترقی کی دوڑ میں آگے ہے جو تحقیق و ایجاد کے میدان میں اپنی ہم عصر اقوام میں سبقت لے گئی ہے۔ نئی سے نئی ایجادات اور انسانی معاشرے میں ان ایجادات کی سرایت میں تسلسل ان اسباب میں سے ہیں جو ان اقوام کو ترقی کے عروج پر لے جاتے ہیں۔ ایک طرف ساری دنیا ان اقوام کی ایجادات سے مستفیض ہوتی ہے تو دوسری طرف ان اقوام کی ترقی کے روحِ رواں محققین (Researchers) یا سائنسدان پہلے سے موجود ایجادات میں مزید جدت اور بہتری کی طرف شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ یورپ و امریکہ میں تحقیقی ادارے اور یونیورسٹیاں ہی ان محققین یا سائنسدانوں کا مسکن ہیں۔

یہ سائنسدان یا تحقیق کرنے والے لوگ علمی طور پر آگے بڑھتے ہیں اور اپنی تحقیق کو شائع کراتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی تحقیقی دلچسپی کے میدان میں دنیا بھر میں ہونے والی علمی کاوشوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان کا مقصد دنیا کو درپیش کسی بھی مسئلے کا حل مہیا کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایسا کام کرتے ہیں جو پہلے کسی نے نہ کیا ہو۔ انہیں اس بات سے زیادہ غرض نہیں ہوتی کہ ان کا علمی کام بہت بڑا ہے یا نہیں، تاہم حالات پر گہری نظر ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے کام کی قدر و قیمت کا اندازہ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی تحقیق شائع ہونے کے بعد دنیا اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ ان کی تحقیق کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اکثر تو یہ سائنسدان اپنی تحقیق کا عروج کبھی نہیں دیکھ پاتے اور دنیا ان کا نام ان کی تحقیق کی وجہ سے سنہری حروف میں لکھ کر انہیں صدا یاد رکھتی ہے۔

کبھی کبھار ہی کوئی سائنسدان ایسا خیال پیش کرتا ہے یا ایسی ایجاد کرتا ہے کہ اس سے دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ آئندہ صدیوں تک دنیا اس ایجاد کی بنیاد پر ترقی کرتی ہے۔ جیسے ایک دور میں پہیہ ایجاد ہوا، پرنٹنگ پریس ایجاد ہوا، یا کمپیوٹر ایجاد ہوا۔ یہ وہ سائنسدان یا محقق ہوتے ہیں

جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور کسی نئے رواج کو جنم دیتے ہیں۔ وگرنہ زیادہ تر سائنسدانوں کی تحقیق پہلے سے موجود ایجادات، خیالات و نظریات ہی میں بہتر سے بہترین کا سفر ہوتی ہے جیسے پہیہ تو ایجاد ہوا مگر بعد کے سائنسدانوں نے جو بھی ایجادات کیں ان میں آج وہ پہلی ایجاد والا پہیہ تو نہیں ہے مگر اس کے باوجود ہزارہا ایجادات میں پہیہ (Wheel) اسی بنیادی خیال پر کام کرتا نظر آتا ہے جو خیال کبھی اس کے مادی شکل میں آنے سے پہلے کسی محقق نے پیش کیا۔

محققین یا سائنسدان کسی تحقیق کے دوران جب آپس میں ملتے ہیں تو ان کا موضوعِ گفتگو یہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ جو کام کر رہے ہیں ان کا یہ کام دنیا کے کس مسئلے کا حل ہے؟ ان کے تجویز کردہ حل سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ کس کس طرح سے ان کی یہ علمی کاوش آنے والے دور کے لوگوں کیلئے مفید ہوگی؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ان سائنسدانوں سے یہ سوال کیا جائے کہ ان کی تحقیق کے مکمل ہو جانے کے بعد مطلوبہ نتائج یا افادیت جن کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ سب حاصل ہو جائیں گے؟ اس پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ تحقیق کے مکمل ہونے پر کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا سوائے کاغذ کے کچھ صفحات کے جن پر یہ تحقیق اور اس کے بارے میں سب کچھ لکھا ہوگا۔ عام انسان ایسے جواب پر یہی سوچ سکتا ہے کہ جب تحقیق کے مکمل ہو جانے پر کچھ حاصل ہی نہیں ہونا تو یہ سب تو ضیع اوقات نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی سائنسدان اس کا جواب پورے وثوق سے دیتے ہیں کہ ہم محقق (Researcher) ہیں، ہمارا کام اور ہمارا فرض اور دائرہ اختیار صرف یہی ہے کہ ہم کسی مسئلے کا اپنی تحقیق میں اپنی طرف سے بہترین حل فراہم کریں، جن متعلقہ افراد کیلئے ہم تجاویز دے رہے ہیں اگر وہ ان سے اسی طرح استفادہ کریں گے جیسا کہ ہم نے کہا ہے تو وہ سب فوائد ضرور حاصل ہوں گے بصورت دیگر اگر ویسا عمل نہیں ہوگا تو ہماری تحقیق کی افادیت بھی وہ نہیں ہوگی۔

دنیا جہان کی مادی ترقی ایسے ہی عمل کے اصولوں پر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جو انسان یہ سب ترقی اور ایجادات کرتا ہے اس کی اپنی حقیقت اور اس کے اسرار غیر مادی ہیں۔

مادی ایجادات میں تو انسانی سفر بہت دور چل رہا ہے مگر غیر مادی پہلو بری طرح نظر انداز ہوا ہے جس کا ادراک ترقی یافتہ اقوام کو بھی بخوبی ہے اور اس پر اب وہ لوگ کام بھی کر رہے ہیں مگر یہ لوگ آسمانی مذاہب اور مافوق الفطرت ہستی خدا کو ماننے کیلئے ابھی مزید کچھ دیر تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے پاس اگر مذہب ہے تو یہ حکایات، روایات، قصے، کہانیوں، قصیدوں، اور تاریخ کے خوابوں اور نہ جانے کن کن خرافات میں مگن ہیں اگر تیار نہیں تو صرف اپنی اور کائنات کی تسخیر کیلئے تحقیق کے میدانِ عمل میں اترنے کیلئے تیار نہیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک ایسے بیدار قلب و ذہن صوفی بزرگ تھے جنہوں نے اپنی زندگی بھر کی تحقیق کا حاصل، اس کی افادیت، اور راہیت اس قدر واضح انداز میں تحریر فرما کر قرآن و سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ایک مثالی لائحہ عمل مرتب کیا جو آپؒ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ آپؒ نے علمِ تصوف و حکمت کے میدان میں ایک نئے رواج کو جنم دیا۔ آئندہ کبھی جو بھی تحقیق تصوف اور علم معرفت باری تعالیٰ یا علم الٰہیات پر ہوگی، تحقیق کے اصولوں کے مطابق اس تحقیق میں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ نیا روحانی سلسلہ بنا کر روحانی فیض جاری کر دینے میں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی خواہش، مقصد، یا مطلوب ایک بزرگ کی طرح مشہور ہو جانا تو نہیں تھا۔

آپؒ زندہ و بیدار تصوف کے داعی تھے۔ آپؒ نے ہمیشہ اس فقیری کا درس دیا جس میں فقراء حالات و واقعاتِ زمانہ کو کشف و کرامات کی نسبت اپنے فہم و فراست سے دیکھتے ہیں۔ ایسی فقیری کہ جس میں فقراء حالات کا صحیح ادراک رکھتے ہوئے زمانے کے تقاضوں کے عین مطابق ایسا جاندار لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں جس میں ہر آنے والا دور کامیابی و کامرانی اور ترقی کی نوید بن کر آتا ہے۔ آپؒ کی دی گئی روحانی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان کی اپنی خوابیدہ صلاحیتیں بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور وہ انسانی کردار نکھر کر سامنے آتا ہے جو اس کے بغیر کم ہی

اجاگر ہو پاتا ہے۔آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی صورت میں جو فیضِ عام کیا ہے اس کا فائدہ تو اسی کو ہوسکتا ہے جو عملی میدان میں آگے بڑھے۔یہ آدم گری کا انمول نسخہ ہے۔اگر عمل نہیں ہے تو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات پرمبنی دوچار انتہائی مختصر کتابیں نہ خود کچھ ہیں اور نہ ہی ان میں بیان کی گئی باتیں ظہور پذیر ہوسکتی ہیں۔

جس جماعت میں عالمگیریت و آفاقیت کے حامل اعلیٰ ترین افکار ہوتے ہیں اسی جماعت میں ایسے ظرف اور بصیرت کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے قرب،عرفان،لقاءاور دیدار کی بات ہم انسانوں کیلئے مرنے کے بعد نہیں بلکہ اسی زندگی میں جیتے جی ہونے کی بیان اور تحریر ہوئی ہے۔کیا اس سلسلہ میں سوچ کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے؟ ہزاروں لوگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں آئے۔کئی لوگ اپنی مراد کو پا گئے،اور جو اپنا دورِحیات مکمل ہوجانے پر اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان کے دلوں میں اللہ کی دید کی تڑپ موجزن تھی،ان کا انجام کیا ہوگا؟ اللہ اور اللہ کے نبیﷺ ایسے لوگوں کو کیا نوید دیتے ہیں؟

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے روحانی جذب وسرور میں مست زندگی اور قابلِ رشک اموات کے ساتھ کامیاب و کامران آخرت کیلئے ہی تو یہ سلسلہ نہیں بنایا۔آپؒ نے جو بھی تعلیم دی وہ اس میں کامیابی و کامرانی،شان وشوکت،اور پورے وقار سے زندہ رہنے کی بات ہے۔آپ کی تعلیم میں انسان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار رکھتے ہوئے اعلیٰ ظرف کے ساتھ سپاہیانہ زندگی کا درس ہے،جس میں انسان نے علم وعرفان کے ساتھ مستقل بنیادوں پر صاحب ایجاد رہنا ہے۔کام،کاروبار جو بھی ہو انسان کے ہاتھ اس میں پورے ذوق وشوق سے مگن ہوں اور انسان کا دل اللہ کی یاد سے ہر لمحہ اور ہر پل آباد ہو۔ایسے اصحابِ عمل فقراء کی جماعت سے آپؒ نے یہ امید پیدا کی تھی کہ ایسے بےلوث لوگوں کی کاوشوں سے شاید مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام

اور اقوامِ عالم میں وہ عزت دوبارہ حاصل کر پائیں جس سے یہ محروم ہو گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اس نہج پر لوگ تیار ضرور ہوئے ہیں اگرچہ امت کے حالات بدلنے کی مطلوبہ تعداد سے تھوڑے ہوئے ہیں مگر آدم گری کی جو بات حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے کی تھی، آپؒ ہی کی تعلیم کے نتیجہ میں ایسے کمال کردار کے بہت سارے لوگ سامنے آئے ہیں۔ آسمان پر ستاروں میں چاند موجود ہو تو نظر چاند پر ہی جاتی ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں یہ مثال اپنے دور میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ پر صادق آتی ہے۔ آپؒ کی ذات پر بات تحریر ہو گی تو موضوع میں اضافی طور پر راقم کی محبت اور ذاتی جذبات کا دخل ناگزیر ہو گا۔ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے بارے میں یہاں بات وہ لکھتے ہیں جس سے دنیا کبھی صرفِ نظر نہ کر پائے گی۔

بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کے علمی اثاثہ میں آپؒ کے خطبات پر مشتمل ایک کتاب بہ عنوان 'مقصودِ حیات' موجود ہے جبکہ بقیہ خطبات ابھی کتابی صورت میں مرتب ہونا ہیں، آپؒ کے مجلّہ فلاحِ آدمیت میں شائع ہونے والے مضامین اور آپؒ کے اپنے مریدین کو لکھے گئے خطوط، آپؒ کی اپنے مریدین سلسلہ کو وعظ و نصیحت کے دوران گفتگو کی ریکارڈنگ، اور آپؒ کی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے خدمات وغیرہ جمع و تدوین کے مراحل میں ہیں۔ اس کے علاوہ آپؒ کی یادوں، اور آپؒ کے ساتھ گزرنے والے لمحات کی یادداشتوں میں سے بھی شاید کچھ مرتب ہو کر سامنے آئے۔ آپؒ کے اس علمی ورثہ کی بات نہ بھی کریں جو ابھی منظرِ عام پر دنیا کے سامنے نہیں آیا تو جتنا کچھ شائع ہو چکا ہے وہ بھی جدید علمی تحقیق میں بہت آگے کی باتیں ہیں۔ جسے یقین نہ ہو وہ آپؒ کا دیا گیا ویژن (Vision) ان تحریروں میں دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لے۔ جو بھی عبادات کا موضوع اٹھا لیں، جدید دور کا مسئلہ اور اس کا حل دیکھ لیں، قرآنی آیات کی تفسیر دیکھ لیں، قرآنی آیات کے مضامین دیکھ لیں، احادیث مبارکہ کی وضاحت دیکھ لیں، شعراء کے

اشعار کی تشریح دیکھ لیں، اقوال اور حالات و واقعات کا بیان دیکھ لیں، الغرض جس طرف بھی نظر کر لیں ایسے موضوعات جن پر ہمارے بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے کوئی بات تحریر کی ہے، پڑھنے والا کوئی بھی ہو وہ خود اعتراف کرے گا کہ جو بات بیان ہوئی ہے وہ ایسے انوکھے انداز سے بیان ہوئی ہے جیسے پہلے کسی نے بیان نہ کی ہو۔ آپؒ کی تحریریں پڑھنے والے بڑے اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کا بیان کردہ مفہوم کمال ہے اور ان مخصوص موضوعات پر ایسی باتیں پہلے پڑھنے کو نہیں ملیں۔

یہ سب کیا ہے؟ یہ سب کچھ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کے کرشمے ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل سے تعمیر ہونے والا وہ کردار ہے جس سے ایک جہان روشن ہوتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سارا نظام اسی طرح قائم ہے جیسے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ترتیب دیا۔ ہمارے درمیان ہمارے مرشد قبلہ بابا جان محمد یعقوب توحیدی موجود ہیں۔ آج ہم لوگ اس سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کے پیرو بھی ہیں اور داعی بھی ہیں۔ یہ ہمارا دور ہے۔ بات عمل کی ہے اگر ہم عمل کے میدان میں آگے نکل جائیں تو کچھ بعید نہیں کہ شاید ہم ہی وہ لوگ ہوں جن کی دنیا کو تلاش ہے۔ ہم عملی میدان میں جہاں بھی کھڑے ہیں مگر ہمیں اتنا ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات میں وہ خصوصیات موجود ہیں جن سے زمانے کو بدل دینے والے اور دنیا کی راہنمائی کرنے والے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ آج ہمیں دیکھنے سے بھی شاید کچھ نظر نہ آئے مگر دل مانتا ہے کہ بہت جلد یہاں بڑے لوگ پیدا بھی ہوں گے، دنیا کے سامنے بھی آئیں گے، اور دنیا ان کی بات کو میرٹ پر ہونے کی وجہ سے تسلیم بھی کرے گی۔ باقی وہ اللہ رحیم و کریم ہر چیز سے ہمیشہ غنی اور بے نیاز ہے، جو چاہتا ہے بلا شرکت غیر خوب کرتا ہے۔ وَمَا تَوفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ.

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے ساتھ بیتے دنوں کی یادیں

(محمد صادق ڈوگر)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے پہلی ملاقات 1975 میں پی اے ایف بیس سرگودھا میں ہوئی۔ان دنوں آپ فلائٹ سارجنٹ تھے اتفاق کی بات تھی کہ مجھے اسی کمرہ میں جگہ ملی جہاں پر قبلہ ڈار صاحبؒ رہائش پذیر تھے۔میں تو شروع ہی سے کھلنڈرا سا انسان تھا۔دین کی طرف کوئی خاص توجہ نہ تھی۔اسلام کی بنیاد ہی نماز ہے،کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ڈار صاحب با قاعدگی سے مسجد میں جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔یقیناوہ ذکر بھی کرتے ہونگے البتہ وہ کبھی کبھی میری طرف غور سے دیکھا ضرور کرتے تھے۔ایک دن میں نے ان سے کہہ دیا کہ ڈار صاحب! مجھے بھی کچھ بتایئے ناں! آپ نماز کے علاوہ کیا کرتے ہیں؟۔تو انہوں نے مجھے فرمایا،''کہ تم لاہور فلاں جگہ پر چلے جاؤ۔وہاں پر آپکو ایسے ایسے بزرگ ملیں گے''۔میں آپ کی ہدایت کے مطابق وہاں پہنچ گیا۔ساتھ مٹھائی کا ڈبہ بھی لے گیا۔اس مکان پر اس وقت بابا جی قبلہ انصاری صاحبؒ تنہا تشریف فرما تھے میں نے سلام عرض کیا تو بابا جیؒ نے پوچھا ''کیا نام ہے اور کہاں سے آئے ہو''میں نے جواباًعرض کیا کہ میرا نام صاق ڈوگر ہے اور سرگودھا سے آیا ہوں۔بابا جیؒ نے فرمایا کہ تمہیں ڈارؒ نے بھیجا ہے؟''میں نے عرض کیا جی ہاں۔مٹھائی کا ایک ٹکڑا لے کر آدھا کھا کر آدھا مجھے دے دیا ظاہر ہے میں نے وہ کھالیا۔تو فرمانے لگے''بس تیرے لیے یہی کافی ہے''۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے وہ واقعہ جس میں جہاز پر کام کرتے وقت آگ لگ گئی اور وہ جل گیا،بھی سنایا۔جومختصراً یہ تھا کہ اس حادثے کے بعد میں نے وہ تمام قصہ بابا جی کو بتا دیا ہے۔جس کا رزلٹ آپ حضرات میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ اس حادثے کا کوئی حرف قبلہ ڈار صاحب کے اوپر نہ آیا تھا۔

پی اے ایف میں اگلی ترقی کے لیے ایک JCO کورس بھی لازمی ہوتا ہے۔اس کورس

میں ایک لیکچر بھی آتا ہے جو کہ ہر ایک کو فرداً فرداً دینا پڑتا ہے۔ڈار صاحبؒ بتایا کرتے تھے کہ مجھے جو Topic دیا گیا وہ تھا ''ٹیڈی ازم''میرے لیے یہ تھا تو نہایت عجیب۔بہر حال میں نے وہ لیکچر دیا۔جب رزلٹ آیا تو میری پہلی پوزیشن تھی۔میں نے خوشی کے اظہار کے طور پر قبلہ انصاریؒ کو بتایا تو انہوں نے فرمایا''ہاں بھئی بسا اوقات مرشد کا علم مریدوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔''

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پرائیویٹ طور پر .F.A کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔رزلٹ آنے پر ڈار صاحبؒ کے نمبر سب ساتھیوں سے زیادہ تھے۔دوسرے ساتھی حیران تھے کہ بھئی ڈار صاحب پڑھائی کو ہم سب سے بہت کم وقت دیا کرتے تھے عجیب بات ہے کہ ان کے نمبر ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ڈار صاحبؒ نے ایک دفعہ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میرے دونوں بیٹے یکے بعد دیگرے ایک پنجاب پولیس اور دوسرے پاک آرمی میں کمیشنڈ ہوئے تو زیادہ مبارک باد پولیس والے پر ملیں۔

ہفتہ دس دنوں کے بعد ہم چند دوست میس میں کھانا کھانے کی بجائے خود مقامی طور پر اپنی مرضی کا کھانا بنایا کرتے تھے اور خوب کھایا کرتے۔کھانے کے اختتام پر ڈارؒ صاحب مجھے اکثر اپنی مدھری مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کرتے پہلوان جی اور کھاؤ ناں!''پرانے دوستوں کو یقیناً پتہ ہو گا کہ ڈار صاحبؒ کو مرغن کھانا بڑا پسند تھا اکثر اوقات عصر کے وقت چائے کے دوران باہم دوستوں میں لطیفوں کا دور بھی چلتا تھا۔ان میں سے چند ایک یوں ہیں۔

ایک سردار جی کو جوؤں نے گھیر لیا۔بجائے کسی علاج معالجے کے سردار جی اپنے کپڑے اتار کر ان کو الٹا کرتے اور دوبارہ پہن لیتے۔دوستوں نے مشورہ دیا،سردار جی آپ انکا کوئی علاج کریں۔یہ لباس کو الٹ پلٹ کرنے سے جوؤں کا خاتمہ کیسے ہو گا۔سردار جی نے جواب دیا۔میں انکو اسی طرح دوڑا دوڑا کر ہی ماروں گا۔دوائی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایک سردار جی صرف اور صرف کچھا (نیکر) پہنے بیری کے درخت پر چڑھ کر بیر کھا رہے تھے کسی راہگیر نے پوچھا سردار جی کیا ہو رہا ہے۔جواب میں سردار صاحب فرمانے لگے'ہونا کیا ہے۔

بس زندگی میں دو ہی تو شوق ہیں ایک کھانے کا اور دوسرا پہننے کا''۔

سردی کا موسم تھا سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبکے سو رہے تھے۔ اچانک ایک گھر سے شور اٹھا (گھر میراثی کا تھا) چند ایک پڑوسی مذکورہ میراثی کے گھر پہنچے اور خیریت دریافت کرتے ہوئے پوچھا۔ بھائی کیا ہوا؟ یہ (رولا) شور کیسا تھا؟ میراثی جواب دیتا ہے۔ نہیں جی کوئی خاص بات نہیں۔ بس رضائی کا رولا تھا جو ہم نے اپنے اوپر اوڑھ رکھی تھی۔ چور اپنی طرف کھینچ رہا تھا اور ہم اپنی طرف، چور چونکہ طاقتور تھا، رضائی لے گیا۔ بس رضائی کا ہی رولا تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا ہے۔ بس اسی طرح کے اور بھی بہت سارے لطیفے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت ان دوستوں کی محفل خوب جمتی تھی۔

میری ڈار صاحب ؒ سے ملاقات (ٹیلیفون پر) بروز جمعرات مورخہ ۔۔۔۔ جولائی 2013 کو ہوئی میرے ایک دوست جو کپڑے کی دکان کرتے ہیں۔ میں انکی دکان پر بیٹھا گپ شپ میں مصروف تھا۔ وہ دوست سالار والے بزرگوں، جناب برکت علی صاحب کا مرید ہے۔ مجھے کہتا ہے کہ ڈوگر صاحب مجھے بڑا اشتیاق ہے کہ میں کسی وقت آپ کے بزرگوں سے ملاقات کروں میں نے اس کے شوق کے مدنظر اسی وقت قبلہ ڈار صاحب ؒ کو فون کیا اور ملاقات کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ میری طبیعت زیادہ خراب ہے۔ لہٰذا مجھ کو جڑانوالہ آنے سے منع فرما دیا۔ میرا وہ دوست بھی کافی حسرت بھرے انداز میں مغموم ہوا کہ وہ ملاقات سے محروم رہا 1970 سے لیکر 2013 تک یہ تقریباً ۴۳ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ 1970 میں آپ ؒ کے چہرے مبارک پر داڑھی نہیں ہوا کرتی تھی۔ آپ ؒ کے پرانے ساتھیوں نے یہ ضرور نوٹ کیا ہوگا کہ آپ ؒ کی جوانی کے چہرے اور بڑھاپے کے چہرے میں جو تبدیلی نظر آتی تھی وہ صرف سفید ریش کے علاوہ کوئی نہیں تھی یعنی آپ ؒ کے چہرے مبارک پر اس بڑھاپے میں بھی کسی قسم کی کوئی (wrinkle) جھری وغیرہ نہیں تھی۔

جناب قبلہ پیرو مرشد محمد صدیق ڈارؒ کی یادیں

عبدالرشید ساھی (ڈسکہ)

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن   سالہا رہتے ہیں گریاں دیدہ چرخ کہن
تب کہیں ہوتا ہے پیدا اک نخل گلبدن   بایزید اندر خراساں یا اویس اندر کرن

سالہا سال بیت گئے مگر کوئی کامل مرشد نہ مل سکا محبت کے پیاسے نے بہت سارے اہل تصوف کے دروازے کھٹکھٹائے مگر روح کی پیاس بجھانے والا نہ ملا اس طرح زندگی کی گھڑی گزرتی گئی۔میں چونکہ دفتر شناختی کارڈ گوجرانوالہ میں کیشیئر کی پوسٹ پر کام کرتا تھا اس ضمن میں اکثر ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس گوجرانوالہ آنا جانا ہوتا تھا ویسے تو اللہ کی مخلوق سمجھ کر ہم سب سے پیار اور اخلاق سے ملتے تھے مگر محمد شفیق خان جو کہ دفتر خزانہ میں سینئر آڈیٹر تھے، میرا ان سے بہت ہی پیار تھا۔وہ صرف نام کے شفیق نہیں تھے بلکہ قدرت کاملہ نے اخلاق اور محبت کوٹ کوٹ کر ان میں بھر رکھی تھی وہ بات چیت میں محسوس کرتے رہتے تھے کہ عبدالرشید ساہی محبت کے راستہ کا مسافر ہے اس کو کسی مرد کامل کی ضرورت ہے۔غالباً 1993 کی بات ہے کہ وہ میرے پاس دفتر آئے اور مجھے دعوت دی کہ ساہی صاحب ! آج آپ نے واپس ڈسکہ نہیں جانا رات ہمارے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع شروع ہے اور آج رات قوالی کی محفل ہوگی اور پھر آپ کی مرد کامل سے ملاقات بھی کروائیں گے۔میں نے بخوشی ان کی پیار بھری دعوت قبول کرلی مجھے ان کے ساتھ ہی چھچھر والی پل کے پار ان کے بھائی کا ہنولہ کھل کا کارخانہ تھا اس میں اجتماع ہو رہا تھا میں بھی وہاں چلا گیا۔ماحول میرے من کو بھا گیا رات کی پر کیف گھڑیاں اللہ والوں کی سانسوں کی خوشبو ماحول کو معطر کر رہی تھی۔وہاں پہ ہر فرد روحانی حسن کا شاہکار تھا۔رات قوالی کی محفل بھی بڑا پر کیف ماحول تھا۔دل کی دنیا بدلتی محسوس ہو رہی تھی صبح کی نماز کے وقت اعلان ہوا کہ اذان فجر کا وقت ہوگیا ہے اپنے وضو تازہ کرلیں۔اذان ہوئی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ نے

نماز پڑھائی اس کے بعد محمد شفیق خان صاحبؒ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ڈار صاحبؒ کے پاس لے گئے ڈار صاحبؒ مجھے ایسا ملے کے ملتے ہی گئے ،ایسا محسوس ہوا کہ ان کی شخصیت میرے دل میں گھر کر گئی ہے خان صاحب نے میرا تعارف کروایا کہ ساہی صاحب دفتر شناختی کارڈ گوجرانوالہ میں سروس کرتے ہیں۔دلیر آدمی ہیں اور سلسلہ عشق سے منسلک ہیں۔ڈار صاحبؒ فرمانے لگے فقیری شعبہ ہی دلیر اور غیرت مند انسانوں کا ہے۔اس میں بزدلوں کی گنجائش نہیں ہے فرمانے لگے ہمیں ساہی صاحب بڑے اچھے لگے ہیں۔ان سے پیار ہوگیا ہے۔یہ الفاظ ڈار صاحبؒ نے ادا کئے تو میرے دل نے تصدیق کر دی کہ یہ کیفیت دونوں طرف سے ہوئی ہے۔ میں اس کیف کی بے خودی میں کہہ اٹھا۔

؎ مدت کے پیاسوں کو فقط ایک ہی جام　　ساقی یہ تیری سنگدلی یاد رہے گی

میری زبان سے شعر کا ادا ہونا تھا کہ ساقی نے میخانہ کے سارے دروازے کھول دیے فرمانے لگے ساہی صاحب! آپ ایک جام کی بات کرتے ہیں ہم مٹوں کے مٹ پلا دیں گے آپ دونوں ہاتھ کھڑے کر دیں گے کہ بس کرو مگر ہم پلاتے جائیں گے۔اور پھر ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے میاں محمد بخش صاحب آپ کھڑی شریفؒ فرماتے ہیں۔

مرد ملے تے مرض گواوے اوگن دے گن کردا　　کامل پیر محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

قبلہ پیر و مرشد ڈار صاحبؒ نے اس کیچڑ بھرے انسان کے ساتھ اتنا پیار کیا ہے کہ میں تحریر میں نہیں لا سکتا ایک مرتبہ پیارے دوست شیخ محمد اکرم صاحب کے دفتر میں محفل سجی ہوئی تھی تو قبلہ ڈار صاحبؒ فرمانے لگے ساہی صاحب ہماری ٹیم کے جرنیل ہیں یہ اللہ والوں کے پاس محبت کی ایسی بوٹی ہوتی ہے جس کو لگاتے ہیں اس کو روشن کر دیتے ہیں ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے غیرت فقیر کا زیور ہوتی ہے سوال کم سے کم کیا کرو زیادہ سوال کرنے سے خودداری کمزور ہو جاتی ہے

؎ عشق ہے اک نعمت گراں مایہ　　بزدلوں کو عطا نہیں ہوتی
من کی دولت جسے میسر ہو　　اس کی ہستی فنا نہیں ہوتی

قبلہ ڈار صاحب میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیاں جمع کر رکھی تھیں آپ جہاں بڑے نرم مزاج تھے وہیں بہترین منتظم بھی تھے۔ مئی 1998 میں والد محترم بلدیاتی الیکشن میں بطور کونسلر کھڑے ہوئے۔ مقابلہ بڑا کانٹے دار تھا حلقہ کی تمام بڑی شخصیات ہماری مخالفت کر رہی تھیں ۱۹ مئی 1998 کو الیکشن تھا۔ لہٰذا میں یکم مئی 1998 مرکز تعمیر ملت پر قبلہ ڈار صاحبؒ سے دعا کروانے گیا۔ ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ ڈار صاحبؒ فرمانے لگے۔ ساہی صاحب رب کعبہ کی قسم آپ کو سیٹ الاٹ کر دی۔ دونوں طرف سے الیکشن جیتنے کے سارے جتن کئے گئے۔ میں نے ۱۹ دن کسی سے ووٹ نہیں مانگا۔ میرے چچا زاد مجھ سے خفا ہوئے کہ بھائی جان لوگوں سے ووٹوں کا کہا کرو اس دن فرشتوں نے ووٹ نہیں ڈالنے۔ میں کہہ دیا کرتا تھا کہ فقیر کی دعا سے ہماری کونسلر کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔ ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے ساہی صاحب اللہ کی مرضی کے بغیر تو پیغمبر اور رسول بھی بات نہیں کرتے تھے ہم فقیروں کی کیا اوقات ہے۔ ہم بھی جب بات کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کرتے ہیں۔ جذبات پر قابو نہیں پا رہا ہوں ایک مرتبہ ہماری زمین کا کیس ریونیو بورڈ لاہور میں چل رہا تھا غالباً ۲۰۰۱ کی بات ہے میں نے قبلہ ڈار صاحبؒ سے دعا کیلئے کہا تو فرمانے لگے ساہی صاحبؒ دعا کر دی ہے ایک سیٹ کتابوں کا ممبر بورڈ لاہور کو دے دینا میں نے کتابوں کا سیٹ بذریعہ ریڈر جج صاحب کو پہنچا دیا۔ ریڈر صاحب کہنے لگے ساہی صاحب آپ کے مخالفوں نے چیف جسٹس ہائی کورٹ خواجہ شریف سے تمہارے خلاف سفارش کروائی ہے۔ میں نے فوری کہہ دیا ریڈر صاحب میرے پاس دنیا کی سب سے بڑی سفارش ہے اور وہ یہ کہ ہمارا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے وہ آپ ہماری چارہ سازی کرے گا اور بفضل تعالیٰ کیس ہمارے حق میں ہو گیا۔ مخالفین کا کہنا تھا کہ ہم ناقابل تسخیر ہیں لیکن جو تیرے فقیر ہوتے ہیں آدمی بے نظیر ہوتے ہیں۔ اللہ بابا جان ڈار صاحبؒ پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی ساری نسل کی اللہ دستگیری فرمائے آمین۔ اور موجودہ شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب صاحب مدظلہ اور ان کے تمام قبیلہ پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے آمین۔

کردار کے غازی

سائرہ گل(بدو کی)

اخلاق ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جن کے ذریعے اچھے اور برے، صحیح اور غلط، حق اور ناحق میں تمیز کی جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں جو علم بھلائی اور برائی کی حقیقت کو ظاہر کرے، انسانوں کو آپس میں کس طرح معاملہ کرنا چاہیے، اس کو بیان کرے علم الاخلاق کہلاتا ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی زیادہ تعداد آنحضورﷺ کی اخلاقیات حسنہ سے ہی متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئی تعلیمات وعقائد کو تو بعد میں سمجھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ہم نے آپکو نرم مزاج بنایا اگر آپﷺ سخت مزاج ہوتے تو وہ (لوگ) آپ کے گرد نہ ٹھہرتے''

برائی کا جواب بھلائی سے دینا اور گالی کا جواب دُعا سے دینا، معاف کرنا، درگزر کرنا اخلاق نبویﷺ میں سے ہے۔ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ۔''مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے''۔

اور فرمایا۔ ''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جس کا اخلاق اچھا ہے''۔

کسی کام کو اچھے انداز میں کرنا اچھا اخلاق اور برے انداز میں کرنا برا اخلاق ہوتا ہے۔ آقائے دو جہاںﷺ نے ہر کام کو اچھے اور بہترین انداز میں کرنے کا طریقہ بتایا۔ نبی پاکﷺ کی معاشی، معاشرتی اور خانگی زندگی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دورِ حاضر میں بہت سے افراد کا یہ موقف ہے کہ اگر کسی نے ہمارے ساتھ برائی کی تو ہم اس کے ساتھ اچھائی کیوں کریں۔ کسی نے ہمارا نقصان کیا تو ہم بھی اس کو فائدہ کیوں پہنچائیں۔ حالانکہ ہمارا یہ متعصّبانہ روّیہ اخلاق نبویﷺ کے بالکل برعکس ہے۔ نبی کریمﷺ کی حیات طیبہ

کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۱) نبوت سے پہلے کا دور ۲) نبوت کے بعد کا دور لیکن ان دونوں ادوار میں اخلاقی اعتبار سے کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اور آپ ﷺ کو عقائد اسلام اور تعلیمات اسلام سے آگاہ کیا گیا اور انکے پرچار کا حکم دیا گیا۔ لیکن اعلان نبوت سے پہلے کے ۳۹ سال جو آپ نے عرب کے جاہل لوگوں میں گزارے تھے وہ آپ کی تبلیغ میں معاون ثابت ہوئے۔ کیونکہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔ مکہ کے تمام قبائل آپ کے اخلاق و کردار کے گرویدہ تھے۔ آپ ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل بھی ایک کامیاب معاشرتی زندگی گزاری۔ عرب کے جاہل معاشرے میں تمام اخلاقی و معاشرتی برائیاں بدرجہ اتم موجود تھیں لیکن نبی کریم ﷺ نے ان میں رہ کر مکارمِ اخلاق کی تکمیل کی ہم مسلمان ہونے کے لیے صرف عقائد اسلام پر زور دیتے ہیں۔ توحید، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن ان کے پس پردہ موجود اخلاقیات کے محرک کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم اخلاقی اعتبار سے بہتر انسان نہ بنیں گے تو ہم فرائض بھی اچھے طریقے سے ادا نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ تعلیمات اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اچھا انسان ہی ایک اچھا مسلمان بن سکتا ہے۔

غائیت نظری سے بھی دیکھیں تو ہمارے معاشرے میں درج ذیل کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔

☆......بات بات پر جھوٹ بولنا

☆......چغلی کرنا، دوسروں کے عیب بیان کرنا

☆......قوت برداشت کی کمی

☆......قرابت داری کے حقوق ادا نہ کرنا

☆......اپنے فرائض کو اچھے طریقے سے ادا نہ کرنا، معاشرتی زندگی میں عدم دلچسپی۔

☆......ریاستی ذمہ داریوں میں عدم دلچسپی مثلاً ٹیکس ادا نہ کرنا، ووٹ کا صحیح استعمال

تجارت میں بد دیانتی

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ اور قرونِ اولیٰ کے زمانے میں بھی مسلمان تاجر کی پہچان ان کی ایمان داری تھی ۔لیکن اب خصوصاً مسلمان تاجر، دوکاندار اپنی بے ایمانی کی وجہ سے اپنی کاروباری حیثیت کھو چکے ہیں ۔جبکہ اشاعتِ اسلام میں مسلمان تاجروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مسلمان تاجر دنیا میں جہاں بھی جاتے تو اپنے اخلاق سے اغیار کا دل موہ لیتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔

1- جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے

2- جب بات کرے تو جھوٹ بولے

3- جب عہد کرے تو عہد کی پابندی نہ کرے

4- جب لڑے تو گالیاں دے۔

ان تمام باتوں کا تعلق ہماری معاشری زندگی سے ہے۔ ہمارے عقائد سے نہیں ۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے معاشرتی زندگی کو اتنی اہمیت دی کہ معاشرتی حقوق ادا نہ کرنے والے کو منافق قرار دیا۔لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا مذہب عقائد سے شروع ہو کر عقائد پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔جبکہ نبی پاک ﷺ کی حیات طیبہ تو اخلاقیات کا بہترین نمونہ ہے ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اچھے انسان بنیں اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہوئے تو اچھے مسلمان بھی بن جائیں گے ۔اپنی اصلاح کا آغاز اپنی معاشرتی زندگی سے کیا جائے ۔ کیونکہ ہمارے اخلاق و کردار ہی ہمارے عقائد کی درستگی کی بنیاد بنتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اخلاق و کردار کو بہتر اور مثالی بنائیں اور کردار کے غازی بننے کی کوشش کریں۔کیونکہ کردار کا غازی ہی اسلام کا سچا مجاہد ہے۔

محبت و معیّت

(افادات از خطبات قاری محمد طیبؒ ترتیب: قاری محمد ادریس)

حقیقت ایمانیہ: ایمان کی حقیقت محبت ہے۔ اگر اللہ کی محبت کامل ہے تو کہیں گے کہ اس کا ایمان کامل ہے اور نبی کریم ﷺ کی محبت دل میں رچ گئی ہے تو کہیں گے کہ ایمان آ گیا۔ اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰه (البقرہ:١٦٥)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان میں اللہ کی محبت اور عشق سرایت کئے ہوئے ہے''۔ اگر عشق و محبت نہ ہوتا تو ایمان کبھی نہ آتا۔ اگر نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے رگ و پے میں حضور ﷺ کی محبت بس گئی ہے اور اللہ کی محبت جم گئی ہے۔

محبت درحقیقت ایمان کا دوسرا نام ہے، ایمان نہیں، محبت نہیں۔ محبت نہیں تو ایمان نہیں۔ اصل چیز اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہے۔ یہی چیز ایمان بناتی ہے اور یہی اعتقاد قائم کرتی ہے۔ اس کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ○

ترجمہ: تم میں کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک قلب میں میری اتنی محبت نہ ہو کہ اس کو اتنی نہ اپنے ماں باپ سے اور نہ اولاد سے محبت ہو اور نہ کسی اور سے''۔ بغیر حبِ نبی کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔

آثار ایمانیہ: علامت اس کی یہ ہے کہ ایک طرف تو ہے اولاد کی محبت، ایک طرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت، جب ٹکرا جائیں تو اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کو اختیار کرے اور اولاد کی محبت چھوڑ دے، یہ علامت ہوگی کہ واقعی رسول اللہ ﷺ کی محبت موجود ہے اگر آدمی نے اولاد کی

محبت کو اختیار کیا اور رسول ﷺ کی محبت کو چھوڑ دیا تو کہا جائے گا کہ رسول سے محبت نہیں بلکہ اولاد سے محبت ہے۔تو ٹکراؤ سے پتہ چلتا ہے کہ کون سی محبت غالب ہے۔ مثلاً آپ لحاف میں آرام سے پڑے ہوئے ہیں،بڑی خوشگوار میٹھی نیند آ رہی ہے اور اس دوران موذن نے آواز دی:حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ - حَیَّ عَلَی الفَلَاح ۔۔۔''دوڑو نماز کی طرف،دوڑو کامیابی کی طرف''۔آپ نے لبیک نہیں کہا تو کہیں گے کہ نفس کی محبت غالب ہے اور اگر آرام چھوڑ کر کھڑے ہوئے وضو کیا اور مسجد میں گئے نماز پڑھی تو کہیں گے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت غالب ہے۔تو ٹکراؤ کے وقت آدمی جدھر مائل ہوتا ہے اسی طرف کی محبت کا حکم لگایا جاتا ہے۔

ایمان جب کسی کے دل میں گھر کر جاتا ہے اور محبت غالب آجاتی ہے تو اپنے آپ کو اس محبت کے بدلے فروخت کر دیتا ہے۔پھر محبوب کی ہر ادا سے محبت ہو جاتی ہے،اس کے مقابل میں نہ اولاد سے رہتی ہے اور نہ ماں باپ کی محبت کوئی حیثیت رکھتی ہے۔سب کی محبتیں ختم ہو جاتی ہیں اور ایک ہی محبت غالب آتی ہے۔صحابہ کرامؓ نے ہجرتیں کیں،جائیدادیں چھوڑیں،تجارتیں ترک کیں،یہ سب رسول ﷺ کی محبت کا نتیجہ تھا۔ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہ کی،اس لئے کہ رسول ﷺ کی محبت غالب تھی۔

پہلا حق نبی کریم ﷺ کا یہ ہے کہ محبت ہو،محبت نہیں تو ایمان نہیں،ایمان نہیں تو پھر اسلام نہیں،گویا بنیادی چیز محبت ہے،اس لئے محبت پر زور دیا گیا ہے۔یہی صحابہ کرامؓ کا طریق تھا اور یہی بعد میں اہل اللہ کا طریق رہا۔یہ قاعدے کی بات ہے کہ جس شخص کی محبت غالب ہوتی ہے تو اس کی ساری ادائیں محبوب بن جاتی ہیں۔اس کا چلنا پھرنا بھی محبوب بن جاتا ہے اور اس کا لباس بھی محبوب بن جاتا ہے اور اس کا ذکر اور چرچا بھی محبوب بن جاتا ہے۔فقط محبوب سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے نام سے جو چیز منسوب ہو جاتی ہے،اس سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔

کسی نے مجنوں کو دیکھا کہ لیلیٰ کے مکانوں کی اینٹ اینٹ کو چومتا پھر رہا ہے،کسی نے کہا۔احمق!تو یہ کیا کر رہا ہے ان اینٹوں کو چومنے سے کیا فائدہ ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ

میں لیلیٰ کے مکان سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس اینٹ کو چومتا ہوں وہ اسلئے کہ مجھے اینٹوں سے محبت نہیں ہے جو اینٹوں میں بیٹھی ہوئی ہے اس سے محبت ہے، اس کی وجہ سے ان اینٹوں سے محبت ہوگئی ہے، اس کے گُتے سے محبت ہوگئی ہے۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو ایک محبوب ہی سے نہیں ہوتی بلکہ جو چیز اس کے نام سے لگ جاتی ہے وہ بھی محبوب بن جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کو حضور ﷺ سے محبت ہے تو گنبد خضراء بھی محبوب ہوگا بلکہ اس کی زیارت بھی عبادت ہے۔ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک آنکھ گنبد پر پڑ جائے تو دنیا و آخرت کی سعادت مل جائیگی۔

اتباع سنت بھی محبت کا اثر ہے، اگر محبت ہے تو اتباع سنت اختیار کرے گا ورنہ نہیں۔ محبت ہی آمادہ کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنے پر کہ جس طرح بیٹھ کر کھاتے تھے اسی طرح بیٹھ کر کھانا کھایئے وغیرہ ان چیزوں سے اتباع سنت کا جذبہ غالب ہوجائے گا۔ اگر حضور ﷺ سے محبت کا جذبہ غالب ہوگا تو سنت کی پیروی سے محبت ہوگی کیونکہ محبوب کی ذات محبوب ہے اور جب ذات محبوب ہے تو ذات کی ادا بھی محبوب ہوگی۔ آپ کا طرز سلام و کلام بھی محبوب ہوگا ہر چیز محبت کے نیچے آتی چلی گئی، اس کا نام اتباع سنت ہے کہ ہر شعبہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہر عمل اور افعال کی پیروی ہو، اس میں خیر و برکت ہے۔

اصل چیز محبت ہے پھر محبت سے ایمان بنتا ہے پھر اس ایمان ہی کی وجہ سے اعمال پھر انسان کی زندگی بنتی ہے۔ محبت سے ہی سارا کام چلتا ہے۔ آدمی اس محبت میں مصائب بھی جھیلتا ہے۔ تکلیفیں بھی اُٹھاتا ہے مگر اللہ و رسول ﷺ کی محبت غالب ہے پرواہ نہیں کسی چیز کی۔ اہل اللہ جیل خانے میں بھی گئے مگر انہیں پرواہ نہیں ہوئی کیونکہ تعلق مع اللہ قوی ہے۔ فقر و فاقہ آیا مگر انہیں پرواہ تک بھی نہیں، اس لئے کہ دل میں تعلق موجود ہے۔ قلب مطمئن ہے اور اگر دل کا تعلق اللہ سے نہ ہو تو انسان ہمیشہ ڈانواں ڈول رہے گا۔

در محبت تلخہا شیریں بود

یعنی محبت میں تلخیاں بھی شیریں بن جاتی ہیں کیونکہ آدمی کا دھیان محبوب کی طرف رہتا ہے،

تلخیوں کی طرف نہیں رہتا اس لئے وہ شیریں ہو جاتی ہیں اور محبوب کی ہر ادا محبوب بن جاتی ہے۔

بنیادی چیز محبت ہے اور محبت کا ظرف دل ہے۔ جب دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت آجائیگی تو ہاتھ پاؤں پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے اور اعمال صالحہ بھی صادر ہونگے اور اگر دل میں محبت نہیں تو نہ ایمان بنے گا اور نہ اعمال بنیں گے۔ اس لئے ہمیں نام کا مسلمان نہیں ہونا چاہیے، دل میں محبت رچی ہو اور ہاتھ پاؤں عمل پیرا ہوں یہی عمل شہادت دے گا، ایمان ایک چیز ہے جو اندر چھپی ہوئی ہے۔ لیکن عمل ہی محبت کی علامت ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دل میں محبت ہے یا نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو مجھ سے محبت کرے گا وہ میری اطاعت بھی کرے گا اور میری سنتوں کی پیروی بھی کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں میرے سے الگ نہیں رہے گا۔" (کنز العمال) آپ ﷺ نے بھی محبت کو بنیاد قرار دیا ہے کہ مجھ سے محبت کرنا علامت ہے اس بات کی کہ وہ میری اطاعت کر رہا ہے اور میری اطاعت کرنا علامت ہے، اس بات کی کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا اس وقت تک جب تک اس کی خواہشات نفس میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں،،۔ ایک طرف شریعت ہے اور ایک طرف خواہش نفس ہے۔ اگر خواہش نفس کو ترجیح دی تو معلوم ہوا کہ خواہش کا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہے، کیوں کہ اس نے اپنی مرضی کو ترجیح دی اللہ کی مرضی پر، اس لئے یہ خواہشات نفس اور ہوائے نفس کا تابع ہے، اگر اللہ کی مرضی کے تابع ہوتا تو اسی کو ترجیح دیتا، اس لئے فرمایا وہ مومن کامل نہیں۔ حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا تابع ہونا چاہیے۔ جو کچھ کرے اتباع میں کرے، نماز پڑھے تو اتباع میں پڑھے، روزہ رکھے تو اتباع سے، سوئے تو اتباع سے، جاگے تو اتباع سے، کھائے پیے تو اتباع میں گویا پوری زندگی پر اتباع چھا جائے، جب ہی اس کے ایمان میں کمال آئے گا اور اس کو مومن کامل کہیں گے۔

تصوّف: مثبت اور منفی پہلو

(وحیدالدین خان)

مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان باہمی محبت کا دور لانے کیلئے، نیز اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے آج ضرورت ہے کہ اسلام کے روحانی اور انسانی پہلو کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے ۔اسلام کے اسی روحانی پہلو کا دوسرا نام تصوّف ہے۔

تصوّف یا صوفی کا لفظ خود صوفیوں نے اپنے لئے وضع نہیں کیا، گمان غالب ہے کہ دورِ اوّل میں مادہ پرستی اور سیاست طلبی سے الگ ہو کر کچھ لوگوں نے روحانیت یا آخرت پسندی والی زندگی اختیار کی ۔یہ لوگ اپنی سادگی کے تحت اُون (صوف) سے بنا ہوا کپڑا اوڑھتے تھے۔دیکھنے والوں نے ایسے لوگوں کو صوفی (صوف والا) کہنا شروع کر دیا۔پھر اس سے تصوف بن گیا۔یعنی صوفیانہ زندگی اختیار کرنا۔اس طرح دوسروں کے پکارنے کی وجہ سے اس طبقہ کے لئے صوفی یا تصوف کا لفظ استعمال ہونے لگا۔

اسلام کا اصل مقصد بندے کو اس کے ربّ سے جوڑنا ہے ۔اس کا پچاس فیصد تعلق خارجی شریعت سے اور بقیہ ۵۰ فیصد کا تعلق آدمی کی خود اپنی باطنی طلب سے ۔شریعت یہ ابتدائی کام کرتی ہے کہ وہ بنیادی فریم ورک وضع کر کے ہمیں دے دیتی ہے تا کہ حق کا مسافر بھٹکاؤ سے بچتے ہوئے اپنا سفر طے کر سکے ۔مگر معرفت باری تعالیٰ یا تعلق باللہ کے اگلے مراحل کا تمام تر انحصار آدمی کی خود اپنی فطری استعداد یا روحانی طلب پر ہوتا ہے ۔جتنی فطری طلب اتنی ہی زیادہ ترقی ۔

مثلاً قرآن اللہ کی کتاب ہے ۔اس کا ابتدائی علم ہمیں نبی مکرم ﷺ کی " خبر " سے ہوتا ہے ۔مگر جب ہم قرآن کو فہم و تدبر کے ساتھ پڑھتے ہیں تو ہماری اندرونی بصیرت خود یہ گواہی دینے لگتی ہے کہ فی الواقع یہ اللہ کی کتاب ہے نہ کہ کسی انسان کی کتاب ۔اب قرآن کا کتاب الٰہی ہونا ہمارے لئے صرف ایک دور کا عقیدہ نہیں رہتا بلکہ وہ ایک انتہائی ذاتی علم بن جاتا ہے ۔

یہی معاملہ پوری شریعت کا ہے۔ نبی ہمیں عبادت کی تعلیم دیتا ہے اور نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ اس کے بعد جب ہم نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ روح اصغر خود روحِ اکبر سے نفسیات کی سطح پر متصل ہوگئی ہے۔ اس وقت نماز ہمارے لئے صرف ایک تقلیدی عبادت نہیں رہتی بلکہ ذاتی دریافت کی ایک چیز بن جاتی ہے۔ انسان کو اللہ کا ذکر کرنا چاہئے، یہ بات ابتداءً ہمیں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے معلوم ہوتی ہے۔ مگر جب ہم ذکرِ الٰہی میں اپنے آپ کو مشغول کرتے ہیں تو اس وقت ہمیں ایک قسم کے روحانی سفر کا تجربہ ہوتا ہے۔ جبکہ بندہ اور اللہ کے درمیان کے تمام ظاہری حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ذکر کرنے والا کسی دور کی شخصیت کو محض لفظی طور پر یاد نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ اپنے ربّ کے حضور پہنچ کر براہ راست اس سے ہم کلام ہونے کا تجربہ کر رہا ہے۔

یہی اس پوری شریعت کا حال ہے۔ ابتدائی طور پر یہ شریعت ایک خارجی خبر کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر جب ایک سچا بندہ اس کو واقعی طور پر اپنی زندگی میں اختیار کرتا ہے تو وہ حیرت انگیز طور پر پاتا ہے کہ جو چیز پہلے ایک خارجی خبر تھی وہ اب اس کے لئے ذاتی معرفت بن گئی ہے۔

مذہبی دائرہ سے باہر سیکولر علوم کے محققین نے بھی اس میدان میں بہت کام کیا ہے۔ انہوں نے انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ ایک طرف مختلف قسم کے سماجی اور سیاسی نظام وجود میں آئے جو خارجی سسٹم پر مبنی تھے۔ دوسری طرف مسٹیسزم یا اسپریچولزم کا ظہور ہوا جس نے حقیقت تک پہنچنے کے معاملہ کو تمام تر انسان کی ذاتی تلاش کی چیز بنا دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظام طرزِ فکر داخلی روحانیت سے محروم ہوگیا اور روحانی طرزِ فکر خارجی راہنمائی سے۔

اسلام اس معاملہ میں انسان کو صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مسافرِ حق کو وہ ایک طرف بنیادی نشانِ راہ دیتا ہے جو گویا صحت سفر کی ضمانت ہے۔ دوسری طرف وہ اس کی فطرت صحیحہ کو جگاتا ہے جو ان نشاناتِ راہ کی اتباع کرتے ہوئے وصول الی اللہ کی آخری منزل تک پہنچ سکے۔ تصوّف اپنی صحیح صورت میں دین کے نصف ثانی کا نمائندہ ہے اور فقہ اس معاملہ میں دین کے

نصف اوّل کا نمائندہ۔ الگ الگ دونوں نا تمام ہیں، جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔ قرآن میں اللہ کو خوف اور محبت دونوں کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔ تاہم صوفیاء نے زیادہ زور محبت کے پہلو پر دیا ہے مثلاً

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ (المائدہ ۵۴) اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اللہ کی محبت کے پہلو پر زور دینے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ صوفیاء کے درمیان انسانوں سے محبت کا نظریہ ایک مطلق اصول کے طور پر پیدا ہوا۔ وہ نفرت کے بجائے شفقت، جنگ کے بجائے امن، ٹکراؤ کے بجائے مصالحت پر آخری حد تک زور دینے لگے۔ ان کا یہ نظریہ انسانی معاشرہ کے لئے غیر معمولی رحمت ثابت ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس معاشرہ میں صوفیاء کا زور بڑھا وہاں انسانی لڑائیاں بھی اپنے آپ ختم ہوگئیں۔ موجودہ زمانہ میں عام انسانوں کو بھی جنگ کی نہیں بلکہ امن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اسلام کے اسی پہلو پر ہمیں زور دینا چاہیے۔ صوفیاء کی یہی خصوصیت ہے جو دورِ قدیم میں اسلام کے فروغ اور اشاعت کا ذریعہ بنی۔ صوفیاء کے اخلاق کی وجہ سے لوگ ان کے قریب آنے لگے۔ اس قربت نے ان کو اسلام کی خصوصیات سے آشنا کرایا۔ ان کی بڑی تعداد اسلام کی خوبیوں کو جان کر اسلام میں داخل ہوگئی۔ صوفیاء کے اس اخلاق کی وجہ سے ان کو ہر خاص و عام کا محبوب بنادیا۔ اپنے اور غیر سب ان کے یہاں آنے لگے معاشرہ میں امن اور محبت کی قدروں کو فروغ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے۔ مہر و محبت کے اس عمومی پھیلاؤ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان قومی رقابت کو مٹا دیا۔ لوگ معتدل فضاء میں ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ اس اختلاط کے نتیجہ میں فطری طور پر ایسا ہوا کہ اسلام کی خوبیاں لوگوں کے اوپر واضح ہونے لگیں۔ وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوگئے۔ تصوّف کے متعلق ایک غلط فہمی یہ ہے کہ وہ ترک دنیا کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر جہاں تک حقیقی تصوّف کا تعلق ہے یہ درست نہیں۔

تصوف کا دوسرا پہلو: تاریخ کا المیہ ہے کہ ہر چیز ابتداءً فطرت کی سطح پر شروع ہوتی ہے اور بعد میں غلو بن جاتی ہے۔ یہی تصوّف کے ساتھ بھی ہوا۔ دورِ اوّل کے صوفیاء فطرت کے دائرہ

میں تھے مگر بعد کے صوفیاء نے غلو کیا۔انہوں نے تصوف پر اسلام کا رنگ غالب رکھنے کی بجائے خوداسلام پر تصوّف کا رنگ غالب کرنا شروع کیا۔اس طرح تصوف میں فائدے کے ساتھ کچھ نقصانات بھی شامل ہو گئے۔

اسلام بلا شبہ روحانیت کا مذہب ہے۔مگر اسلام کی روحانیت پوری انسانی ہستی سے جڑی ہوئی ہے۔وہ پورے انسانی وجود کو غذا پہنچانے والی ہے۔مگر بعد کے زمانے میں تصوف کی جوصورت بنی وہ انسان کی اصل ہستی سے الگ ایک مستقل شعبہ بن گئی۔یہ تصوّف زندگی کیلئے ایک ضمیمہ بن گیا نہ کہ زندگی کیلئے قوت محرکہ۔ جس زمانہ میں دنیا فطرت کا مطالعہ کر کے جدید دور سائنس کو ظہور میں لا رہی تھی، اسی زمانہ میں مسلم اقوام صوفیاء کے زیر اثر فطرت سے دور ہو کر گوشوں اور کونوں میں اعتکاف کو دین سمجھ بیٹھی تھیں۔ایسی حالت میں اس کے سوا کیا ہوسکتا تھا کہ وہ دور سائنس میں دوسری قوموں سے بچھڑ جائیں۔غلو آمیز تصوف کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ میں جومزاج پیدا ہوا وہ سائنسی مزاج کے بالکل برعکس تھا۔

سائنسی مزاج آدمی کو حقائق خارجی کے مطالعہ کی طرف لے جاتا ہے۔مگر اس تصوّف نے آدمی کو صرف پراسرار باطن کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔سائنسی مزاج تخلیقی فکر پیدا کرتا ہے اور متصوفانہ مزاج آدمی کو ذہنی جمود میں مبتلا کر دیتا ہے۔سائنسی مزاج انسان کے اندر دریافت کا جذبہ اُبھارتا ہے اور صوفیانہ مزاج آدمی کو اپنے شیخ پر اعتماد کرنے اور اپنی عقل کے دروازے کھولنے کی کوشش نہ کرنے کا مزاج پیدا کرتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں ان کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی تھی۔ان کے نزدیک ساری دینی اہمیت صرف اللہ اور رسول کی تھی۔موجودہ دور میں لوگ نام ونہاد صوفی کی شخصیت کو شعوری یا غیر شعوری طور پر مقدس سمجھنے لگے۔اس طرح اسلام میں شخصیت پرستی داخل ہوگئی۔

اسلام اپنے اندر ایک تسخیری کشش رکھتا ہے۔اگر مسلمانوں اور غیر مسلموں (داعی اور مدعو) کے درمیان نفرت ختم کر کے معتدل فضاء قائم کر دی جائے تو اسلام اپنے آپ

پھیلنے لگتا ہے۔اسلام کو اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں قابل قبول بنانے کیلئے اسلام کو جدید اعلیٰ معیار پر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔موجودہ زمانہ علمی ترقی کا زمانہ ہے۔سائنسی انقلاب کے نتیجہ میں انسانی فکر میں زبردست تبدیلیاں ہورہی ہیں۔وقت کے تمام اعلیٰ ذہن جدید تعلیم حاصل کرکے نئے ذہنی دور میں پہنچ چکے ہیں۔اب ضرورت ہے کہ اسلام کو وقت کے علمی معیار پر پیش کیا جائے۔اسلام کو عصری دلائل کے ساتھ لوگوں کے سامنے لایا جائے تاکہ جدید طبقہ اس کی طرف متوجہ ہوسکے۔مگر وقت کا یہ اہم ترین کام نہ ہوسکا۔اسکی وجہ یہ ہے کہ خود مسلمان اپنی بے خبری کی وجہ سے اس اہم کام کی طرف مائل ہی نہیں ہوئے۔مسلمان تعداد کے اعتبار سے آج زیادہ ہیں مگر زور اور تاثیر کے اعتبار سے وہ دنیا کی سب سے زیادہ کمزور قوم بنے ہوئے ہیں۔کیونکہ زور اور تاثیر اعلیٰ ذہنوں کے ذریعہ آتی ہے۔ایسے مسلمان اسلام کی طرف مائل نہ ہوسکے پھر غیر مسلموں کے اعلیٰ ذہن کیونکر اسلام کی طرف مائل ہوتے۔

عید مبارک

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد یعقوب صاحب اور ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے تمام قارئین کرام کو پیشگی عید الفطر کی مبارک ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ماہِ رمضان میں صیام و قیام کا بہترین بدل عطا فرمائے اور عید کی حقیقی مسرتیں نصیب فرمائے۔آمین

(ادارہ)

حُسنِ سلوک

(پروفیسر محمد شبیر شاھد ھوتوانی)

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انسانوں سے بلکہ تمام مخلوق سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے خصوصاً رشتہ داروں کے حوالہ سے قرآن حکیم میں سخت وعید ہے۔

"تو (اے منافقو!) تم سے اس کے سوا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں فساد مچاؤ گے، اور آپس میں قطع رحمی کرو گے؟ ۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور بہرا کر دیا ہے انہیں، اور اندھی کر دی ہیں ان کی آنکھیں ۔(سورہ محمد 23-22)

ویسے تو ہر مذہب میں اور ہر اخلاقی نظام میں رشتہ داروں کے حقوق کا درس ملتا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لیکن حضور اکرم ﷺ نے انکے حقوق کے لئے ایسے اصول وضع کیے ہیں کہ کسی بھی رشتہ داروں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اور ان کے ساتھ کبھی بھی بدسلوکی نہ کریں ۔وہ اصول یہ ہے کہ جب بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تو یہ کام ان کو خوش کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کرو، جب انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اچھا سلوک کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے کسی بدلے کی توقع نہیں رکھے گا۔

حقیقی طور پر صلع رحمی کرنے والا بھی وہی ہے جو بدلے کا انتظار نہ کرے اور نہ توقع رکھے ۔دوسرا تو اس کا حق ضائع کر رہا ہو اور اس کے ساتھ قطع تعلق کر رہا ہو اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے ساتھ اچھا سلوک کر رہا ہو یہ شخص حقیقت میں صلہ رحمی کرنے والا ہے اور صلہ رحمی کیلئے اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے اقرباء کے ساتھ اچھا سلوک کیا جبکہ انہوں نے آپ ﷺ کو ایذائیں اور تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔لہٰذا رشتہ داروں کی بدسلوکی پر حسن سلوک کرنا بھی سنت ہے دنیا میں راحت سے رہنے کا یہ بہترین فارمولا ہے کہ مخلوق سے اچھے سلوک کی توقع

نہیں لگانی چاہیے خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کہ میں ان سے اچھا سلوک کروں گا تو وہ میرے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کریں گے۔ یہ تمام توقعات ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ سے توقع رکھنا چاہیے اگر کبھی رشتہ داروں یا کسی اور سے کوئی اچھائی ملے تو وہ خلاف توقع ہوگی اور اسے انعام سمجھو۔ اس کے نتیجے میں خوشی بہت ہوگی کیونکہ خلاف توقع ملی ہے اور اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف یا رنج پہنچے گا تو پھر زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے بادشاہوں کو ہماری عاقبت اور سکون اور راحت کا پتہ چل جائے تو وہ بادشاہ تلواریں لے کر آ جائیں کہ یہ راحت اور سکون ہمیں دے دو یہ سکون اور راحت کیسے ملی۔ صرف مخلوق سے نگاہیں ہٹانے سے اور ان سے توقعات ختم کرنے سے حاصل ہوئے۔ جب مخلوق سے توقعات ختم ہو جاتی ہیں تو پھر سکون حاصل ہوتا ہے۔

خیر اور بھلائی کا کام کرتے جاؤ اس سے دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی حاصل ہو تی ہے۔ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرو ان کے ساتھ رحم، انکی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنا یہ سب خیر اور بھلائی کے کام ہیں۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ "نہ تو مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو دشمنوں کے حوالے کرتا ہے یعنی نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہو۔ اس کا کوئی کام کر رہا ہو تو جب تک وہ اپنے بھائی کا کام کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام بناتے رہیں گے اور اس کی حاجتیں پوری کرتے رہیں گے۔

اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے جو شخص کسی مومن کی دنیا کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور کرے مثلاً وہ کسی مصیبت یا پریشانی میں گھرا ہوا ہے اور وہ شخص اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کی سختیوں اور بے چینیوں میں ایک بے چینی دور فرما دیں گے۔

اسلام کا مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ صرف پیسوں ہی کو نہ دیکھو کہ کتنا پیسہ چلا گیا اور کتنا پیسہ آ گیا بلکہ یہ دیکھو کہ کسی اللہ کے بندے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے جس کی کوئی حد وانتہا نہیں اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ قیامت کے روز نرمی کا معاملہ فرمائیں گے۔

خدمتِ خلق بہت بڑی عبادت ہے: اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ سچا ہی نہیں ہو سکتا جب تک اس کی مخلوق سے محبت نہ ہو اور مخلوق سے محبت اس کی خدمت سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تمہیں ہمارے ساتھ محبت کا دعوی ہے تو پھر میری مخلوق کے ساتھ محبت کرو اور ان کی خدمت کرو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے تعلق قائم کرنا ہے تو دنیا میں میرے بندوں سے محبت کرو اور میرے بندوں پر رحم کھاؤ اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ اس سے میری محبت پیدا ہوگی اور مجھ سے محبت کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو شخص کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائے گا۔ اصل آسانی تو آخرت کی آسانی ہے ویسے ایسا شخص دنیا میں بھی پریشان نہیں رہتا۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک فرشتہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ:

"اے اللہ! جو شخص پیسوں کو جوڑ جوڑ کر رکھتا ہو یعنی ہر وقت گنتا رہتا ہو کہ اب کتنے ہوگئے اور اب کتنے ہوگئے اور خرچ کرتے ہوئے جان نکل رہی ہے۔ اے اللہ اس کے مال پر ہلاکت ڈال دے

اللہ کی راہ میں پیسے خرچ کرنے والوں کے لئے فرشتہ یہ دعا کرتا ہے:

"اے اللہ جو شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو، صدقہ خیرات کرتا ہو، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہو، کسی کو پیسے دے رہا ہے کسی کو پیسے معاف کر رہا ہے۔ اے اللہ ایسے خرچ کرنے والے کو خرچ کا بدل دنیا میں عطا فرما۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے زیر اہتمام افطار پروگرام

حافظ محمد یٰسین (نوکھر)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد یعقوب توحیدی کی طرف سے ۲۱ جون بروز اتوار، مرکز تعمیر ملت پر سالانہ افطار پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام میں شرکت کے لیے بھائیوں کی آمد نماز عصر سے پہلے ہی شروع ہوگئی تھی۔ قرب جوار کے حلقہ جات (گکھڑ، گوجرانوالہ، نوکھر ،ڈی سی کالونی وغیرہ) کے پیر بھائیوں نے پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز نماز عصر کے فوراً بعد ہوا۔ نئے آنے والے بھائیوں کے تعارف کے ساتھ ہی بابا جان نے سلسلہ کی تعلیم پر مختصر مگر جامع انداز میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے 1950 کی دہائی میں رکھی۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد کا مقصد لوگوں کی اصلاح تھی۔ ہمارے سلسلہ کی تعلیم میں دو چیزوں کو چھوڑنے اور دو کو اختیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ محبت اور صداقت کو اپنانا اور غصہ اور نفرت کو چھوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ غصہ ایک طبعی جذبہ ہے جسے ختم تو نہیں کیا جا سکتا البتہ کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ غصہ کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ یہ ہمیشہ اپنے سے کمزور لوگوں پر آتا ہے اپنے سے طاقت ور پر نہیں آتا۔ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے اور انسان ایسے کام کرگزرتا ہے جس سے آخر میں خود اس کو نقصان پہنچتا ہے۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے بھی اپنی کتاب طریقت توحیدی میں غصہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ''محبت ایک تعمیری جذبہ ہے اور غصہ تخریبی، محبت بناتی ہے اور غصہ بگاڑتا اور تباہ کرتا ہے۔ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے عقل ہی تو وہ چیز ہے جو انسان کو حیوانات پر فضیلت دیتی ہے اس لیے تم پر لازم ہے کہ غصہ کو بالکل نفی کردو۔ اس کا یہ مطلب

نہیں کہ ضروری حالت میں تم اپنی مدافعت بھی نہ کرو اور بے عزتی یا نقصان برداشت کیے جاؤ ہرگز نہیں ۔ مطلب صرف یہ ہے اپنی عزت اور جان و مال کی حفاظت کے لیے سب کچھ کرو ۔ یادرکھو غصہ سے جو کام کیا جاتا ہے وہ اکثر بگڑ جاتا ہے ۔ اور فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہنچتا ہے لیکن ٹھنڈے دماغ اور خوش اخلاقی اور خوش تدبیری سے جو کام کیا جاتا ہے اس میں ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے ۔''

مریدین سلسلہ توحیدیہ کو خاص طور پر یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ غصہ اور نفرت کو بالکل نفی کردو اور محبت وصداقت کو اختیار کرو کیونکہ اگر کوئی شخص گناہ گار ہے تو آپکو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہیے بلکہ نفرت تو اس کی برائی سے کرنی چاہیے اس پر تو تم کو رحم آنا چاہیے کہ وہ گناہ کر رہا ہے ۔ غصہ اور نفرت کو چھوڑنا اور محبت وصداقت کو اختیار کرنا ہی ہماری تعلیم کا مقصد ہے ۔ اخلاق حسنہ کی بنیاد محبت وصداقت پر ہے ۔ محبت کے ساتھ صداقت کا ہونا بہت ضروری ہے مثلاً تم ایک جج ہو اور تمہارا صرف ایک ہی بیٹا ہے تمہارے بیٹے نے کسی کو بے گناہ قتل کر دیا ہے اور مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہوا ۔ جرم ثابت ہو گیا تو اب محبت کا تقاضا ہے کہ کوئی قانونی سقم نکال کر تم اپنے بیٹے کو بری کردو لیکن حق کا تقاضا ہے کہ تم اسکو پھانسی کی سزا دو ۔ زندگی میں ایسے سینکڑوں مواقع آتے ہیں جب محبت اور صداقت کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے اس لیے ہر موقعہ پر تم کو وہی کرنا چاہیے جو حق ہو ۔

قبلہ باباجان نے فرمایا کہ اصلاح کا بہت بڑا گہوارہ آپ کا اپنا گھر ہے ۔ غصہ اور نفرت کی اصل مشق تو آپ کے گھر میں ہی ہو سکتی ہے ۔ سب سے بڑی فقیرنی تو آپکی بیوی ہے جو آپکا بہت زیادہ غصہ برداشت کرتی ہے ۔ لہٰذا غصہ کی نفی کی مشق اپنے گھر سے ہی شروع کرنی چاہیے ۔ مختصر بات چیت کے بعد ایصال ثواب کے لیے اجتماعی تلاوت قرآن کریم کی گئی جس میں تمام بھائیوں نے تلاوت قرآن پاک کی سعادت حاصل کی ۔ عبدالقیوم ہاشمی صاحب اور تمام توحیدی

بھائیوں نے مل کا اجتماعی درود شریف پڑھا۔مدیر ماہنامہ فلاح آدمیت احمد رضا خان نے اپنی گفتگو میں رمضان المبارک کی عظمت وفضیلت کو بیان فرمایا۔

آخر میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان نے اپنی دعا میں سلسلہ کے سب بھائیوں اور عالم اسلام کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔روزہ کشائی کے لیے بابا جان کی طرف سے بہترین انتظام کیا گیا تھا۔بھائیوں کی کھجور،خربوزہ،خوبانی اور آموں سے تواضع کی گئی۔ نماز مغرب بابا جان کی امامت میں ادا کی گئی۔نماز کے بعد بھائیوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔کھانے کے بعد شیخ سلسلہ سے الوداعی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو بھائیوں کی روانگی تک جاری رہا۔ سالانہ افطار پروگرام کے انتظامات کو تیرانوالہ کے بھائی احمد رضا خان اور محمد ریاض نے احسن طریقے سے ادا کیے۔

دعائے مغفرت

چوک اعظم سے بھائی محمد عامر کے والد محترم

راولپنڈی سے بھائی شاہد بٹ کے والد محترم

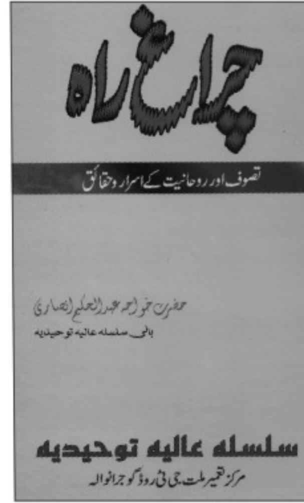
اسلام آباد سے بھائی محمد شریف کے کزن محمد اشفاق

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

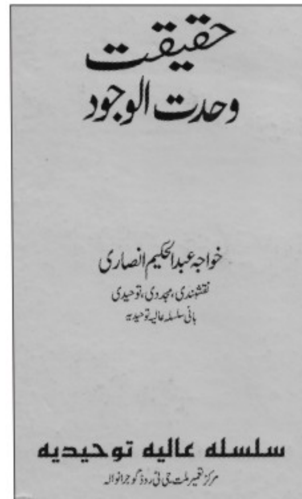
(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَیْهِ رَاجِعونَ)اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

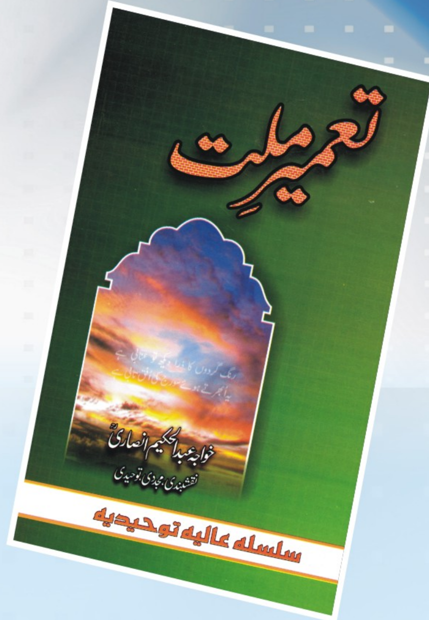


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com